REGD NO P. 67

رجسٹرڈ نمبر پی ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

WEEKLY BADR QADIAN

ہفت روزہ بدر قادیان

جلد ۱۵

شمارہ ۶

ایڈیٹر:- محمد حفیظ بقاپوری

نائب ایڈیٹر:- فیض احمد گجراتی

شرح چندہ

سالانہ ۷/۰ روپے

ششماہی ۴/۰ ״

ممالک غیر ۸/- ״

فی پرچہ ۱۵ نئے پیسے

۳ر تبلیغ ۱۳۴۵ ہش	۱۲ر شوال ۱۳۸۵ھ	۳ر فروری ۱۹۶۶ء

اخبار احمدیہ

قادیان یکم فروری ۱۹۶۶ء سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت اور مقدس خاندان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے بزرگان کے متعلق کوئی تازہ اطلاع نہیں مل سکی۔ احباب جماعت دعائیں جاری رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سب کو صحت وعافیت سے رکھے اور جملہ بزرگان کا مبارک سایہ تادیر دراز فرمائے۔ آمین

قادیان یکم فروری۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب اللہ تعالیٰ کے فضل سے مع اہل وعیال بخیریت ہیں۔ الحمدللہ۔

ٹرانسپورٹ منسٹر احمدیہ محلہ میں | قادیان ۲ر فروری۔ ایک تقریب میں شمولیت کے سلسلہ میں ٹرانسپورٹ منسٹر سردار گوردیال سنگھ صاحب ڈھلوں آج قادیان تشریف لائے تھے۔ اپنے ذاتی تعلقات کی بناء پر آپ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب

(باقی صفحہ ۲ کالم نمبر ۴ کے نیچے)

> "اگر اس زمانہ کے بعض لوگ لمبی عمر پائیں گے تو وہ دیکھیں گے کہ آج جو خدا کی طرف سے یہ پیشگوئی کی گئی ہے وہ کس شان اور قوت اور طاقت سے ظہور میں آئے گی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔"
>
> (الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

خلافت ثالثہ میں خاص خدائی قدرتوں کا ظہور مقدر ہے

اشتہار تبصرہ کی پیشگوئی پر ایک نظر

محترم جناب مولانا ابو العطاء صاحب فاضل

(۱)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں بیسیوں اشتہارات شائع فرمائے مگر یہ امتیاز صرف ایک اشتہار بعنوان تبصرہ کو حاصل ہے کہ اس کے شروع میں حضور علیہ السلام نے جلی قلم سے شائع فرمایا کہ:-

> "ہماری جماعت کو لازم ہے کہ اس پیشگوئی کو خوب شائع کریں اور اپنی طرف سے چھاپ کر مشتہر کریں اور یادداشت کے لئے اشتہار کے طور پر اپنے گھر کی نظرگاہ میں چسپاں کریں۔"

پس اس اشتہار "تبصرہ" مطبوعہ ۵ر نومبر ۱۹۰۷ء کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کی اہمیت اور اس میں بیان شدہ پیشگوئی کی امتیازی شان کو نمایاں کرنے کے لئے حضور علیہ السلام نے مندرجہ بالا الفاظ میں تاکید فرمائی۔

(۲)

اشتہار تبصرہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد مرحوم کی وفات واقعہ ۱۶ر ستمبر پر اعتراضات کی تردید میں شائع ہوا تھا۔ حضور خود تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"مجھے اس تحریر کے لئے اس بات نے مجبور کیا ہے کہ میں مامور ہوں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کروں اور سننے والوں کو ان امور پر قائم کروں جن سے ان کا ایمان قوی ہو اور معرفت زیادہ ہو اور صراط مستقیم پر قائم ہو جاویں۔ واضح ہو کہ میں نے اس ہفتہ کے اخبار عام میں اس کے پہلے کالم میں یہی پڑھا ہے کہ بعض کوتاہ اندیش لوگوں نے میرے فرزند مبارک احمد کی وفات پر بڑی خوشی ظاہر کی ہے بلکہ دوسرے بعض اخباروں میں بھی بڑے زور سے اس واقعہ کو ظاہر کر کے یہ رنگ اس پر چڑھایا ہے کہ گویا ان میں سے کسی کا مباہلہ میں فتحیاب ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے ہم اس جگہ زیادہ لکھنا نہیں چاہتے کیونکہ جھوٹ کی سزا دینے کیلئے خدا تعالیٰ کافی ہے۔ واضح ہو کہ میں نے کسی سے ایسا مباہلہ نہیں کیا جس سے کسی دوسرے فریق کی اولاد کو اس طرح پر معیار صدق وکذب بنایا جاوے۔ کہ اگر اس فریق کا لڑکا مر گیا۔ تو وہ شخص جھوٹا ٹھہرے گا۔ بلکہ میں ہمیشہ یہی چاہتا ہوں کہ وہی شخص نابود ہو جس کا گناہ ہے جس نے خدا پر افترا کیا ہے۔ یا صادق کو کاذب ٹھہراتا ہے۔ ہاں اگر کسی کی اولاد مباہلہ کے وقت حاضر ہو کر خود مباہلہ سے حصہ لے اور افترا کے حامی یا تکذیب کے حامی ہو جاویں جیسا کہ قرآن شریف سے سمجھا جاتا ہے۔ تب وہ کاذب ہونے کی حالت میں عذاب میں بھی شریک ہوں گے۔ جیسا کہ وہ مقابلہ میں شریک ہو گئے۔ ورنہ بموجب حکم آیت لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی خدا ایک کے گناہ کے لئے دوسرے کو ہلاک نہیں کرتا۔"

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مزید صراحت کے طور پر تحریر فرمایا کہ:-

"میں نے خدا سے الہام پا کر صریح طور پر پیشگوئی میں شائع کیا تھا کہ قبل از بلوغت وفات پانے والا مبارک احمد ہے اور صاف اور کھلے لفظوں میں لکھا تھا کہ مبارک احمد نابالغ ہونے کی حالت میں ہی فوت ہو جائے گا۔ اب ظاہر ہے کہ یہ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم الشان نشان تھا جو خدا تعالیٰ نے کھلے کھلے طور پر خبر دے دی کہ مبارک احمد بلوغ کی عمر تک نہ پہنچے گا۔ اور خورد سالی میں ہی فوت ہو جائے گا۔ اب کوئی ایماندار سوچے کہ کیا یہ کسی خوشی کی جگہ تھی بلکہ یہ موت تو پہلے ہی سے مقررہ ہو چکی تھی اور اخباروں میں شائع ہو چکی تھی اس لئے یہ ایک بڑا اعجازی نشان تھا۔ کیونکہ ایسے عمیق غیب پر انسان کا علم محیط نہیں ہو سکتا مگر تعصب کا کیا علاج؟ متعصب انسان اندھا ہو جاتا ہے اور اس وقت اس پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

چشم بداندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید ہنرش در نظر"

(۳)

اس جواب کے ساتھ ہی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پر شوکت الفاظ میں تحریر فرمایا ہے کہ

"خدا کی قدرتوں پر قربان جاؤں کہ جب مبارک احمد فوت ہوا ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک یعنی ایک حلیم لڑکے کی ہم تجھے خوشخبری دیتے ہیں۔ جو بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا۔ اور اس کا قائم مقام اور اس کا شبیہ ہوگا

(باقی صفحہ نمبر ۱۰ پر)

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے رانا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ ۳ر فروری ۶۶ء

تقدیر کا مسئلہ

وزیر اعظم شری شاستری جی کی ناگہانی وفات کا زخم ابھی تازہ ہی تھا کہ ملک کو ایک اور صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ جبکہ ہندوستان کے اٹیمی کمیشن کے چیئرمین ڈاکٹر ہومی جہانگیر بھابھا ایک ہوائی حادثہ میں انتقال کر گئے مورخہ ۲۴ر جنوری کو انڈین ایرلائنز کا ایک بوئنگ ۷۰۷ طیارہ بمبئی سے دہلی۔ تہران جنیوا۔ پیرس اور لنڈن ہوتا ہوا امریکہ جا رہا تھا۔ اس میں ڈاکٹر صاحب موصوف بھی سفر کر رہے تھے۔ آپ ویانا جا رہے تھے جہاں ایٹمی طاقت کی ایجنسی میں آپ شرکت کرنے والے تھے۔ جنیوا کے قریب ہوائی جہاز کو یہ المناک حادثہ پیش آیا جبکہ دھند کے باعث کوہ ایلپس کی ۱۵ ہزار آٹھ سو فٹ بلند چوٹی دکھائی نہ دی اور اس سے طیارہ ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ جہاز میں ۱۱۷ افراد سوار تھے جو سب کے سب حادثہ کا شکار ہو گئے۔ انہیں میں ڈاکٹر بھابھا بھی تھے۔

بلاشبہ ڈاکٹر بھابھا کی المناک موت سے ملک کو ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے جبکہ موجودہ سائنس کے زمانہ میں ڈاکٹر بھابھا جیسے چوٹی کے سائنس دان ملک کا انمول خزانہ تھے۔ اور ملک کو ان کی بڑی ضرورت تھی۔ لیکن قدرت کے فیصلوں کے سامنے کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں۔

اس المناک حادثہ سے متعلق معاصر پرتاپ جالندھر کا ایک نوٹ اعتبار و آزاد کے تحت اسی پرچہ میں دوسری جگہ نقل کیا جا رہا ہے۔ جہاں تک حادثہ کے المناک پہلو کا تعلق ہے ہر محب وطن بلکہ ہر حساس دل اس سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتا غالباً اسی گہرے تاثر کا نتیجہ ہے کہ معاصر نے مسئلہ تقدیر پر کھل کر روشنی ڈالی ہے معاصر کی اس تشریح سے اسلام کے بنیادی اصولوں کی پختگی اور فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہونے کا ناقابلِ تردید ثبوت ملتا ہے اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ذاتی عقائد اور ان کی تفصیلات میں خواہ کیسا ہی اختلاف کیوں نہ ہو جب بھی ایک انسان محقق بالطبع ہو کر اس طرح کے حالات و واقعات کا جائزہ لیتا ہے اُس کی فطرت انہیں مرکزی نکات کی طرف راہنمائی کرتی ہے جن کو اسلام نے بنیادی تعلیم کے طور پر پیش کیا۔

چنانچہ اسلام کے چھ بنیادی اصولوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان۔ فرشتوں۔ آسمانی کتابوں اور رسولوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ وہاں پانچویں نمبر پر وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ تقدیر پر ایمان لانا اور پھر بعث بعد الموت کو یقینی جاننا بھی ضروری ہے۔ یعنی چونکہ خدا کی ذات ہی سارے کائنات کی خالق و مالک اور متصرف ہے اُس نے اپنے علم کامل کے سبب کائنات عالم کی ہر شئے کی حد بندی بھی کر رکھی ہے۔ اور یہ حد بندی ہماری اپنی ناقص نگاہوں میں خواہ اچھی شکل میں دکھائی دے یا بُری صورت میں۔ اس سے انکار ممکن نہیں کہ اس کی تقدیر (یعنی حد بندی اور تصرف) ذرہ ذرہ میں چل رہی ہے۔

اُسی نے حضرتِ انسان کو کائناتِ عالم میں اشرف المخلوقات بنایا۔ بیشک وہ اپنے اعمال و افعال میں مختار اور آزاد بھی ہے مگر ایک حد تک۔ اور یہ حد بندی اُسی کی حکمت کاملہ کی مظہر ہے۔ وہی جانتا ہے کہ اس تحدید میں انسان کا کہاں کہاں اور کیا کیا فائدہ ہے۔ اس کی مثال اُن ناپختہ شعور بچوں کی ہے جو اپنی مرضی سے کھیل کود رہے ہوتے ہیں مگر اُن کے شفیق والدین اپنے بچوں کی نگہداشت سے غافل نہیں ہوتے۔ چنانچہ کھیلتے کھیلتے اگر کوئی بچہ اپنی نادانی کے سبب دہکتے کوئلوں کی انگیٹھی کی طرف لپکتا ہے یا کسی تیز چاقو یا چھُری کو پکڑ لیتا ہے تو مہربان والدین آڑے آ جاتے ہیں اور اس کی اس خواہش کو پورا کرنے سے باز رکھتے ہیں۔ اس طرح گو وقتی طور پر بچہ کی آزادی پر تحدید لگ گئی۔ اور بسا اوقات بچہ اپنی نادانی کے سبب بگڑتا بھی ہے۔ اور اس تحدید کو اپنے لئے بُرا سمجھتا ہے مگر دور اندیش والدین ہی جانتے ہیں کہ یہ تحدید (اور روک) نتیجۃً بچہ کے لئے خیر و برکت کا موجب ہے۔ اور بچہ کی مادر پدر آزادی اس کے لئے مُہلک۔

پس اسلام نے جس چیز کو اچھی یا بُری تقدیر کہہ کر پیش کیا اور اس پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ فی الحقیقت اس میں بھی یہی فلاسفی کام کرتی ہے کہ ہر انسان جسے مختلف قسم کے اعمال و افعال میں آزادیاں حاصل ہیں پھر بھی خدا کی تقدیر کے سامنے بے بسی کا عالم رکھتا ہے۔ جس کا نمایاں احساس اس وقت ہوتا ہے۔ جب ایک انسان دیکھتا ہے کہ باوجود شدید خواہش کے اُس کی بہت سی تمنائیں پوری نہیں ہوتیں اور ہر ممکن کوشش اور سعی کے باوجود وہ ناکام رہتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے اس اہم نکتہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے۔ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی اے لوگو! کیا انسان کی سب تمنائیں پوری ہو جاتی ہیں۔ ہرگز نہیں! پس معلوم ہوا کہ کوئی ایسی ہستی ضرور ہے جس کی طرف سے یہ حد بندی کی گئی۔ ورنہ انسان پر جملہ خواہشات کو پورا نہ کر سکنے کی حالت نہ آتی۔

رہا یہ سوال کہ قدرت نے ایسا کیوں کیا؟ قادر و توانا خدا کی طرف سے ایسا کیا جانا بھی انسان ہی کے فائدہ کے لئے ہے۔ جیسا کہ ہم نے بچہ کی مثال دے کر واضح کیا ہے۔ اور یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ بات کی کُنہ حقیقت تک انسان کی محدود عقل کی رسائی ممکن نہیں۔ اسی لئے اسلام نے ایک طرف اس بات کی تعلیم دی ہے کہ اعتقادی طور پر خدا تعالیٰ، پیغمبر، رسول، قدرتوں پر انسان کو ضرور ایمان رکھنا چاہیئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام نے اس بات کی بھی تعلیم دی ہے کہ جب ایسے غیر معمولی نامرادیوں یا مصائب و تکالیف کے حالات پیش آئیں تو انسان کا فرض ہے کہ خدا کے فیصلہ پر سرِ تسلیم خم کرے اور اس کی رضا پر راضی ہوتے ہوئے کہے:۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صدمہ اور نقصان کیا چیز ہے ہمارا تو سبھی کچھ خدا کا ہے۔ اور ہم سب بھی اُس کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔ رضا بالقضاء کا وہ مقام ہے جس پر پہنچ کر انسان کو قلبی سکون ملتا ہے اس کے سب شکوے دور ہو جاتے ہیں۔ تب اُس کی حالت اُس بچے سے بہت مشابہ ہو جاتی ہے جو اپنے شفیق والدین کے اشارہ پر خوبصورت تیز دھار کی چھُری اپنی انگلی پر پھیر کر نام نہاد "لطف" اُٹھانے سے باز آ جاتا ہے۔ اس سے جہاں وہ اپنی انگلی کٹوا دینے کی اذیت سے بچ جاتا ہے وہاں والدین کی طرف رجوع کرنے سے اُن کی محبت و شفقت بھی جیت لیتا ہے!!

جیسا کہ پہلے ذکر ہوا اسلام نے خدا کو خالق و مالک اور ہر شئے کا متصرف حقیقی قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

خَلَقَ کُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَہٗ تَقْدِیْرًا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر اس کی تقدیر یعنی حد بندی فرما دی۔

یہ حد بندی کیا ہے؟ ایک مثال سے سمجھئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف ہاتھی کو پیدا کیا تو دوسری طرف مچھر بنایا۔ ان دونوں کی نشوونما اور قوت و طاقت وغیرہ کے لئے الگ الگ حد بندی کر دی اسی دائرہ میں اُن کے قوٰی کا مظاہرہ ہوتا ہے کسی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اس سے تجاوز کر سکے۔

جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ ان سب تقادیر کی جزئیات میں خدا تعالیٰ کی حکمت بالغہ کام کر رہی ہے جس کی تہہ اور حقیقت تک انسان کی محدود عقل کو رسائی نہیں۔ ایک نو عمر بچہ جس کے باپ کا سایہ قدرت حق کی طرف سے اُٹھا لیا گیا وہ نہیں جانتا کہ اس کے تحت کیسے راز پنہاں ہیں کیونکہ قادر کی قدرتوں کا کوئی انتہا نہیں۔ سچ ہے ؎

قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بنا دے
بنا بنایا توڑ دے کوئی اُس کا بھید نہ پائے

وہی بہتر جانتا ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا۔ اسی لئے ایسے مواقع پر اگرچہ انسانی ہمدردی کی حد تک اسلام کا بھی حکم ہے کہ انسان مصیبت زدہ کے ساتھ ہر ممکن خیر خواہی اور ہمدردی کا برتاؤ کرے لیکن ساتھ ہی خدا کی تقدیر کو شرح صدر سے قبول کرے اور کسی طرح کے جزع فزع کے اظہار کی بجائے راضی بالقضاء ہو۔ چونکہ اسلام کی طرف سے پیش کردہ تقدیر کے مسئلہ کو بعض لوگوں نے اپنی ناسمجھی کے سبب کاہلی اور سستی کا ذریعہ بھی بنا رکھا ہے۔ ایسے لوگ بوجہ نکمے ہونے کے خود تو ہاتھ پاؤں ہلانا اور محنت کرنا نہیں چاہتے اور اُلٹا سارا الزام تقدیر اور قسمت کو دینے لگتے ہیں۔ اسلام اس طرح کی تقدیر اور قسمت کا قائل نہیں۔ ایسی تقدیر کا بنانے والا خدا نہیں بلکہ ایسے لوگوں کی یہ نام نہاد تقدیر اُن کے اپنے ہاتھ ہوتی ہے۔ اگر وہ چاہیں تو سعی و محنت کر کے اپنی قسمت اور تقدیر کو بدل سکتے ہیں تو اسلام کے پیش کردہ مسئلہ تقدیر کا ایک پہلو یہ بھی ہے جسے اُنہوں نے محض اپنی نادانی کے سبب پسِ پشت ڈال دیا تھا۔!!

(بقیہ صفحہ اوّل)

کی ملاقات کی غرض سے احمدیہ محلہ میں بھی تشریف لائے۔ پونے پانچ بجے بعد نماز عصر مسجد مبارک کے گیٹ پر محترم مولانا عبدالرحمن صاحب فاضل محترم صاحبزادہ صاحب ممبران صدر انجمن احمدیہ قادیان اور بہت سے مقامی احباب نے منسٹر صاحب کا استقبال کیا۔

آپ کے ہمراہ محکل ایم۔ ایل۔ اے جناب سردار ست نام سنگھ صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ آپ نے محترم صاحبزادہ صاحب کے ہاں چائے نوش فرمائی۔ اور مقامات مقدسہ کی زیارت فرمائی۔ اس موقعہ پر محترم صاحبزادہ صاحب نے آپ کی خدمت میں قرآن کریم (انگریزی) کا مقدس تحفہ پیش فرمایا۔

———

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالےٰ ایک نیا آسمان اور نئی زمین پیدا کرنا چاہتا ہے!

اس سے ان اخلاقِ فاضلہ کا قیام مراد ہے جو آج دنیا سے مٹ چکے ہیں اور لوگوں کو کہیں نظر نہیں آتے

ملفوظات سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمودہ ۱۵ ر جون ۱۹۴۴ء بمقام قادیان

فرمایا:-

بہت سی باتیں ہوتی ہیں جن کو انسان فلسفیانہ رنگ میں دیکھتا ہے۔ ان کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ ہماری جماعت کو یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالےٰ ایک نیا آسمان اور نئی زمین پیدا کرنا چاہتا ہے اور جس کشف میں یہ عظیم الشان ... کے سپرد کیا گیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں

"ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔"
(تذکرہ صفحہ ۱۹۲)

اسی طرح آپ فرماتے ہیں:-

"ایک کشفی رنگ میں میں نے نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا اور پھر میں نے کہا کہ آؤ اب انسان کو پیدا کریں۔"
(حقیقۃ المسیح صفحہ ۲۵ حاشیہ)

ان حوالہ جات میں ایک تو "ہم" کا لفظ آتا ہے جو ... کی جدوجہد کی طرف اشارہ کرتا ہے اور دوسرے "آؤ" کا لفظ ایسا ہے جس میں ساری جماعت کی متفقہ کوشش اور متفقہ جدوجہد کا دخل ضروری ہے۔ کیونکہ "آؤ" کا لفظ ہمیشہ ایسے موقعہ پر استعمال کیا جاتا ہے۔ جب دوسروں کو تحریص و ترغیب دلانی ہو کہ تم بھی میرے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ میں یہ کشف

ایک بہت بڑی ذمہ داری

کی طرف ہماری جماعت کو توجہ دلاتا ہے اور بتاتا ہے کہ نیا آسمان اور نئی زمین جس کا قائم کرنا احمدیت کا مقصد ہے اس کے قیام میں جماعت کا بھی دخل ہے اور اس کا فرض ہے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ ہاتھ بن جائے جس ہاتھ کے ذریعہ اس نئی زمین اور نئے آسمان کی تخلیق مقدر ہے۔ چونکہ سارا کام انبیاء ہی نہیں کیا کرتے بلکہ ان کی جماعتوں کا بھی ان کاموں کی سرانجام دہی میں دخل ہوتا ہے۔ اس لئے ان الفاظ کے ذریعہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے جماعت کو توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ نئی زمین اور نئے آسمان کے قیام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست و بازو بن جائیں اب ہمیں

غور کرنا چاہیئے

کہ نئی زمین اور نئے آسمان سے مراد کیا ہے دنیا کو نئی زمین کی اس حالت میں ضرورت ہو سکتی ہے جب پہلی زمین خراب ہو جائے اور نئے آسمان کی بھی اسی وقت ضرورت ہو سکتی ہے جب پہلا آسمان خراب ہو جائے۔ پس معلوم ہوا کہ پہلی زمین چونکہ خراب ہو چکی تھی اس
....
... خدا نے
یہ ارادہ فرمایا کہ وہ اب ایک نئی زمین پیدا کرے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پہلی زمین کیوں خراب ہوئی اور کیوں اس کو بدل کر ایک نئی زمین کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس سوال پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ زمین سے روحانی نقطۂ نگاہ کے ماتحت انسانی قلوب مراد ہیں اس لئے بگڑ گئی تھی کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام پر لوگوں نے عمل کرنا چھوڑ دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ

دلوں میں کینہ اور بغض

نہ رکھو۔ لوگوں نے کینہ و بغض رکھنا شروع کر دیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جھوٹ نہ بولو۔ لوگوں نے جھوٹ بولنا شروع کر دیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ چوری نہ کرو۔ لوگوں نے چوریاں شروع کر دیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خیانت نہ کرو مگر لوگوں نے خیانت کا ارتکاب کرنا شروع کر دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بزدلی نہ دکھاؤ۔ لوگوں نے بزدلی دکھانی شروع کر دی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جاہل مت رہو۔ لوگوں نے علم پڑھنا چھوڑ دیا اور جہالت اختیار کر لی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی کا دل مت دکھاؤ۔ لوگوں نے ایک دوسرے کا دل دکھانا شروع کر دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جھوٹا قصہ بنا کر ... لوگوں نے ایسی شکلیں بنائیں جن کو دیکھ کر دوسرے لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا ہونے لگی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ غصیلے مت بنو۔ لوگوں نے غصہ بڑھانا شروع کر دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی کی غیبت مت کرو اور نہ کسی کی غیبت سنو۔ لوگوں نے ایک دوسرے کی غیبت کرنا شروع کر دی اور

ایک دوسرے کی غیبت

کو سننا بھی شروع کر دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کسی سے بات کرو تو نرمی اور محبت سے کرو مگر انہوں نے درشتی اور سختی اختیار کر لی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عورتوں کے حقوق ادا کرو۔ لوگوں نے عورتوں کے حقوق کو تلف کر دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہمسایہ کا خیال رکھو۔ لوگوں نے

ہمسایہ کے حقوق

کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو شخص تمہیں دین سکھاتا ہے تم اس کا ادب کرو۔ مگر لوگوں نے استادوں کی بے ادبی شروع کر دی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ نوکروں سے نیک سلوک کرو۔ لوگوں نے نوکروں پر سختی کرنا شروع کر دی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا

بڑوں کا احترام کرو

لوگوں نے بڑوں کی عزت اپنے دلوں سے نکال دی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عقوق والدین نہ کرو۔ بلکہ ان کے ساتھ ... احسان کا معاملہ کرو لوگوں نے ان کے ساتھ نرمی اور محبت اور احسان اور حسن سلوک کا معاملہ چھوڑ دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اپنے رشتہ داروں اور ذوی القربیٰ کے حقوق کی حفاظت کرو۔ لوگوں نے رشتہ داروں سے تعلقات کو منقطع کر لیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم جس جگہ رہتے ہو اگر وہاں علم حاصل کرنے کا کوئی سامان نہ ہو سفر اختیار کر کے کسی ایسے مقام پر جا رہو جہاں سے علم حاصل کر سکو مگر لوگوں نے

علم کے لئے سفر

اختیار کرنا ترک کر دیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم جہاد فی سبیل اللہ کرو۔ لوگوں نے جہاد کی طرف سے اپنی توجہ بالکل ہٹا لی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب دین پر کفر کی طرف سے حملے ہوں تو ان کا دفاع کرو۔ اور

دین کی تائید کے لئے کھڑے ہو جایا کرو

مگر لوگوں نے دین کی مدد سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

غرض سینکڑوں نہیں ہزاروں باتیں ہیں جن کا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا مگر لوگوں نے ان سب کو پس پشت ڈال دیا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی عمارت منہدم ہو گئی۔ کیونکہ خواہ عمارت کتنی شاندار ہو جب تک اس کی مرمت کا خیال نہ رکھا جائے وہ ٹوٹنے سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ جب لوگوں نے

اسلام کی ... عمارت

... اختیار کر لی تو رفتہ رفتہ تمام عمارت منہدم ہو گئی۔ کیونکہ یہ عمارت بنی تھی صدق سے یہ عمارت بنی تھی سداد سے۔ یہ عمارت بنی تھی صفا سے۔ یہ عمارت بنی تھی شفقت سے۔ یہ عمارت بنی تھی رافت سے یہ عمارت بنی تھی محبت سے۔ یہ عمارت بنی تھی رحم سے۔ یہ عمارت بنی تھی اکرام ضیف سے یہ عمارت بنی تھی اکرام مسلم سے۔ یہ عمارت بنی تھی بر للوالدین سے۔ اسی طرح یہ عمارت بنی تھی ان سینکڑوں ہزاروں باتوں سے جن میں سے بعض پہلے بیان ہو چکی ہیں اور جو سینکڑوں کی تعداد میں اسلامی کتب میں بھری پڑی ہیں جب عمارت پر اس کے مناسب حال مصالحہ نہ لگایا گیا۔ اور اس کی نگہداشت کا خیال نہ رکھا گیا۔ تو نتیجہ یہ نکلا کہ عمارت گر گئی۔ چونکہ کوئی عمارت جب بگڑے گی تو پھر سے اسی کی مرمت ہوگی۔ اسلام نے جس عمارت کو کھڑا کیا تھا۔ اس کی مرمت آخر انہی چیزوں سے ہو سکتی تھی جن چیزوں سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعمیر کی۔ کوئی نئی چیز اس کی مرمت پر نہیں لگ سکتی تھی جب انہوں نے اسلامی عمارت کی مرمت کے لئے وہ چیزیں لگانی چھوڑ دیں جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے لگائی تھیں تو یہ عمارت منہدم ہو گئی۔ اور اسلام کا صرف نام باقی رہ گیا۔ یہ حالات تھے جن میں

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک نئی زمین کی تشکیل کے لئے مبعوث فرمایا۔ مگر یہ کام ایسا نہیں تھا جو صرف آپ انجام دیتے اور جماعت کی امداد کی ضرورت نہ ہوتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے

کہ وہ اپنے دین کے احیاء کے لئے دو قدرتیں بھیجتا ہے۔ ایک نبی کی صورت میں اور ایک اس کے خلفاء، صحابہ اور تابعین کی جماعت کی صورت میں۔ پس آپ نے بتا دیا کہ اس نئی زمین کی تعمیر کے لئے صرف ایک قدرت کام نہیں آسکتی۔ بلکہ دونوں قدرتوں کا مل کر کام کرنا ضروری ہے اس لئے کشف میں آپ نے "ہم" کا لفظ استعمال فرمایا اور اسی لئے آپ نے فرمایا کہ "آؤ ہم دنیا میں ایک نئے آسمان پیدا کریں"۔ اس کے معنے یہی تھے۔ کہ اے میرے ساتھیو! اسلامی عمارت کو از سر نو کھڑا کرنے کے لئے جس مصالحہ کی ضرورت ہے اس کو مہیا کرنے والے بنو۔ اس عمارت کے لئے چونے یا مٹی یا اینٹوں کی ضرورت نہیں بلکہ یہ وہ عمارت ہے جس کا مصالحہ صدق ہے جس کا مصالحہ صفا ہے جس کا مصالحہ سداد ہے۔ جس کا مصالحہ تقویٰ ہے جس کا مصالحہ انصاف ہے۔ جس کا مصالحہ رحم ہے۔ جس کا مصالحہ حلم ہے جس کا مصالحہ عفو ہے جس کا مصالحہ شفقت ہے جس کا مصالحہ اکرام ضیف ہے جس کا مصالحہ اکرام جار ہے۔ جس کا مصالحہ والدین سے حسن سلوک ہے۔

غرض وہ تمام اعلیٰ صفات جو اسلام اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سکھائی تھیں کہ آؤ کہ ہم پھر ان صفات کو دنیا میں پیدا کر دیں۔ پھر ان اعلیٰ اخلاق کو دنیا میں قائم کر دیں۔ پھر اسلام کی گرتی ہوئی عمارت کو دنیا میں کھڑا کر دیں اور پھر ایک نئی زمین قائم کر کے دنیا کو دکھا دیں۔

پس ہر احمدی جو یہ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ نئی زمین بنانے کا ایک معمار ہے اور ہر احمدی جو یہ صفات اپنے اندر پیدا نہیں کرتا۔ ہر احمدی جو یہ صفات دوسروں کے اندر پیدا کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ اسلامی عمارت کو گرانے اور اس کو منہدم کرنے کا موجب ہے۔ پس ہر احمدی کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیئے۔ اور سمجھ لینا چاہیئے کہ

نئی زمین اور نئے آسمان

سے مراد مٹی اور چونے کی کسی عمارت کو کھڑا کرنا نہیں بلکہ اس سے ان اخلاق کا قیام مراد ہے جو آج دنیا سے مٹ چکے ہیں۔ جو لوگوں کو نہیں نظر نہیں آتے۔ اگر ہماری جماعت کے دوست یہ اخلاق اپنے اندر پیدا کر لیں تو یقیناً چینی بھی جاپانی بھی اور انگریز بھی اور روسی بھی سب ان کو دیکھ کر کہیں گے کہ یہ لوگ کوئی نئی قسم کے ہیں ہمارے جیسے نہیں ہیں۔ ہم میں نہ رواداری کا مادہ ہے۔ نہ اکرام ضیف اور اکرام جار کا مادہ ہے۔ نہ سچائی کا وصف ہے نہ والدین کے حقوق کا پاس ہے نہ رشتہ داروں سے حسن سلوک کا احساس ہے۔ نہ صلہ رحمی کا جذبہ ہمارے اندر کام کرتا ہے۔ مگر یہ وہ لوگ ہیں جو ان تمام اعلیٰ درجہ کے اخلاق کو اپنے اندر رکھتے ہیں۔ پس یہ لوگ یقیناً نئی قسم کے ہیں اور یہی وہ نئی زمین ہوگی جو تمہارے ہاتھوں سے پیدا ہوگی اس کے مقابلہ میں آسمان ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی نمازوں۔ اعلیٰ درجہ کے روزوں اور اعلیٰ درجہ کے حج۔ اعلیٰ درجہ کی زکوٰۃ اور اعلیٰ درجہ کی تسبیح و تحمید سے بنتا ہے۔ مگر لوگوں کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے نمازوں کو چھوڑ رکھا ہے۔ روزوں کی طرف ان کی کوئی توجہ نہیں حج اور زکوٰۃ سے غافل ہیں۔ اور تسبیح و تحمید ان کی زبان پر کبھی جاری نہیں ہوتی۔ گویا آسمان بھی ٹوٹ گیا۔ نہ ان کا آسمان سے تعلق رہا نہ آسمان کا ان سے تعلق باقی رہا۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے پھر دنیا کو اس کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ذکر الٰہی کرو تسبیح و تحمید میں اپنا وقت گزارو۔ خدا کی کبریائی اور اس کے جلال کا ذکر کرو۔ عبادات میں باقاعدگی اختیار کرو۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بکثرت درود بھیجو۔ اسلام کے تمام ارکان پوری خوش اسلوبی سے بجا لاؤ۔ اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کا عشق پیدا کرو۔ اور خدا تعالیٰ کی یاد میں اپنی عمریں گزار دو۔ یہ وہ نیا آسمان ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ پیدا کیا گیا بے شک پہلے بھی آسمان تھا مگر وہ ایسا آسمان تھا کہ جس کا لوگوں کے ساتھ کوئی تعلق نہ تھا لوگ سمجھتے تھے کہ خدا عرش پر تو بیٹھا ہوا ہے مگر اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عرش پر آسمان سے برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ مگر اس آسمان سے کوئی برکت لوگوں پر نازل نہیں ہوتی تھی۔ اور ہوتی بھی کیونکر جبکہ آسمان سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے نمازوں اور روزوں اور حج اور زکوٰۃ اور صدقات اور تسبیح و تحمید اور عشق الٰہی اور معرفت اور محبت کا ایسا درس فروغ کر دیا ہے کہ لوگوں پر آسمان سے از سر نو اللہ تعالیٰ کے فضل نازل ہونے شروع ہو گئے ہیں گویا نئی زمین کے ساتھ ایک نیا آسمان بھی پیدا ہو گیا ہے۔ اور جہاں بنی نوع انسان سے تعلقات میں ایک جدت پیدا ہو گئی ہے وہاں تعلق باللہ میں بھی ایک نئی زندگی اور نئی روح پھونک دی گئی ہے پس

اب آسمان بھی نیا ہے اور زمین بھی نئی ہے

لوگ جب بنی نوع انسان سے ہمارے تعلقات کو دیکھتے ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں ان کا خدا بھی اور ہے۔ اُن کا خدا تو وہ ہے جو نہ بولتا ہے نہ دعائیں سنتا ہے۔ نہ مصائب میں مدد کرتا ہے نہ برکات و انعامات کی بارش برساتا ہے۔ مگر ہمارا خدا وہ ہے جو قدم قدم پر اپنی

تائید اور نصرت کے نشانات

دکھاتا اور اپنے وجود کا ثبوت دیتا ہے گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ بندوں کا بھی نیا گھر بن گیا۔ اور خدا کا بھی نیا گھر . . . .
گھر بن گیا۔ خدا کا پہلا گھر لوگوں نے اپنی بداعمالی کی وجہ سے گرا دیا تھا۔ اور جب کسی کا گھر گر جائے تو مکین اس میں سے نکل جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خدا بھی اس آسمان کو چھوڑ کر چلا گیا وہ اسے آوازیں دیتے مگر وہاں سے کوئی جواب نہ آتا۔ اور جواب آتا بھی کس طرح۔ جس عمارت کو قفل لگا کر مالک مکان چلا جائے یا جو عمارت گر جائے اس کے سامنے بیٹھ کر لاکھ شور مچاؤ کوئی آواز نہیں آئے گی۔ اسی طرح جب لوگوں نے اپنی بداعمالی کی وجہ سے اپنی زمین کو تباہ کر لیا تو وہ خود بھی بے گھر ہو گئے۔ اور ان پر تباہی اور بربادی مسلط ہو گئی۔ اور جب انہوں نے آسمان سے تعلق منقطع کر لیا تو خدا بھی آسمان چھوڑ کر چلا گیا ہے لیکن اب خدا نے ارادہ فرمایا ہے کہ وہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ ایک نئی زمین اور ایک نیا آسمان پیدا کرے۔ جب لوگ اخلاق فاضلہ اختیار کر لیتے ہیں تو نئی زمین بن جاتی ہے۔ اور لوگ اس میں خوشی سے بسیرا شروع کر دیتے ہیں۔ اور سب کو نظر آتا ہے کہ زمین آباد ہو گئی ہے۔ اسی طرح جب تسبیح و تحمید اور عبادات کی طرف لوگ متوجہ ہوتے ہیں تو ایک نیا آسمان بن جاتا ہے۔ اور جب نیا آسمان بن جائے تو خدا بھی اس میں واپس آ جاتا ہے پہلے لوگ اس کے دروازہ کو کھٹکھٹاتے تھے تو کوئی جواب نہیں ملتا مگر جب نیا آسمان بن جائے اور مالک مکان یعنی ہمارا خدا اس میں آ بسے تو معمولی پکار پر بھی وہ توجہ کرتا اور قدم قدم پر اپنی رحمتیں نازل کرتا اور اپنے وجود کا ثبوت دیتا ہے پس

بہت بڑی ذمہ داری ہے

جو ہماری جماعت پر عائد ہوتی ہے۔ اور اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے اخلاق اور اپنی عبادات میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کرے کہ سچ مچ ایک نیا آسمان اور نئی زمین دنیا میں قائم ہو جائے۔

آج پہلی زمین برباد ہو چکی ہے لوگوں کے اخلاق اسلامی نقطۂ نگاہ سے بالکل تباہ ہو چکے ہیں۔ ظلم ان میں پایا جاتا ہے۔ تعدی ان میں پائی جاتی ہے۔ ماں باپ کی بے عزتی ان کے اندر نظر آتی ہے۔ رشتہ داروں کے حقوق کی عدم ادائیگی ان میں پائی جاتی ہے اسی طرح ان کی آنکھیں۔ ان کی زبان۔ اُن کے ہاتھ اور ان کے پاؤں سب گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔ زبان بولتی ہے۔ تو غیبت اور جھوٹ پر۔ ہاتھ اٹھتے ہیں تو گناہ کی طرف۔ چہرہ ہوتا ہے تو عبوساً قمطریراً۔ دل ہیں تو وہ بدیوں کا مرجع بنے ہوئے ہیں۔ غرض کوئی بھی نیکی ان میں نظر نہیں آتی ہے!

یہی حال عبادت کا ہے۔ نمازیں ہیں تو بے ذوق۔ روزے ہیں تو بے لذت۔ حج اور زکوٰۃ ہے تو بے کیف۔ نہ انہیں نماز سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے نہ روزوں سے ان کے اندر پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ نہ حج اور زکوٰۃ ان کی روحانیت کو بڑھاتے ہیں۔ ایک مشین کی طرح وہ ان اعمال کو بجا لاتے ہیں مگر ان کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں۔ پس ان کی نمازیں بھی بے کار ہیں۔ ان کا حج بھی بے کار۔ اور ان کی زکوٰۃ بھی بے کار۔ نہ ان کے اندر زندگی کے آثار ہیں۔ اور نہ تقویٰ اور روحانیت پائی جاتی ہے

یہی وجہ ہے کہ خدا نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا اور آپ کے ذریعہ

ایک نئی جماعت

کو قائم کر کے تعلق باللہ اور تعلق بالعباد دونوں کو نئی بنیادوں پر قائم کر کے ایک نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کرنا چاہا۔ تاکہ لوگ اس پرانے تعلق کو بھول جائیں جو ان کا خدا سے تھا۔ کیونکہ وہ تعلق نہایت ناقص تھا۔ اور لوگ اس پرانے تعلق کو بھی بھول جائیں جو ان کا بنی نوع انسان سے تھا کیونکہ وہ بھی بیکار ہی تھا۔ اور اس طرح ایک نئے سانچے میں ڈھل کر نئے انسان بن جائیں اور نئی زندگی حاصل کریں۔

(الفضل ۵/۹ ۲۵)

بدر کا آئندہ شمارہ
مصلح موعود نمبر
ہوگا
انشاء اللہ (ادارہ)

وفاتِ مسیح کا عقیدہ

قیامِ توحید کے لئے بہت ضروری ہے

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

"مسیح کے بارے میں اس قدر غلو کیا گیا ہے کہ گویا عیسائیوں کے ساتھ ہاتھ ملا دیا ہے۔ وہ توحید جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم لائے اس کا نام تک اس میں نہیں رہا۔ صلیبی مذہب کس زور سے پھیل رہا ہے جس کا ذکر میں نے ابھی چند دن ہوئے کیا تھا۔ پس جب یہ حال ہے تو عقائد کی درستی بہت ضروری شے ہے۔ سچا صحیح اور خدا کی مرضی کے موافق یہی مسئلہ ہے کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اور اگر وہ زندہ ہیں تو قرآن شریف باطل ٹھہرتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت جو بہت عزت کے قابل ہے یہ ہے کہ آپؐ اسے اموات میں یحییٰ کے پاس دیکھ آئے۔ اگر ان کی روح قبض نہیں ہوئی تھی تو دوسرے عالم میں کیسے چلے گئے۔ قیام توحید کے لئے یہ مسئلہ بہت ضروری ہے کہ مسیح فوت ہو گئے۔ اور جو اسے پورے یقین کے ساتھ نہیں مانتا خطرہ ہے کہ کہیں وہ عیسائیت سے حصہ نہ لے لے۔ یا ایک دن عیسائی ہی نہ ہو جائے۔ انسان اسی طرح مرتد ہوا کرتا ہے کہ ایک ایک جزو چھوڑتا ہوا آخر کار کل چھوڑ دیتا ہے۔ دوسرے عقاید میں بہت اختلاف نہیں ہے۔ صرف یہی عظیم الشان بات ہے جو خدا نے تبلائی ہے کہ مسیح فوت ہو گیا ہے۔

جو لوگ اس بارہ میں ہماری مخالفت کرتے ہیں ان کے ہاتھ میں بجز اقوال کے اور کچھ نہیں ہے۔ اگر وہ کہیں کہ قرآن کے مخالف احادیث میں نزول کا لفظ موجود ہے تو جواب ہے کہ اول تو وہاں من السماء نہیں لکھا کہ وہ ضرور آسمان سے ہی آویگا۔ دوسرے احادیث تو منکم سے بھی بھری پڑی ہیں۔ نزول اصل میں اکرام اور جلال کا لفظ ہے۔ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے لئے استعمال فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ احادیث میں تو دجال کے لئے بھی نزول کا لفظ آیا ہے۔ پھر کیا یہ سب آسمان سے آئے اور آویں گے۔ قرآن شریف سے یہی ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح دوبارہ نہیں آویگا بلکہ یہ بھی کہ وہ مر گیا۔ جیسا کہ آیت فلما توفیتنی بتلا رہی ہے۔

دوسرا حصہ یہ ہے کہ انسان صرف عقاید سے ہی نجات نہیں پاتا بلکہ ان کے ساتھ اعمال کا ہونا بھی ضروری ہے۔ خدا نے اس بات پر ہی اکتفا نہیں کی کہ انسان کیسے صرف لا الٰہ الا اللہ منہ سے کہہ دینا ہی کافی ہو۔ ورنہ قرآن شریف اس قدر ضخیم کتاب نہ ہوتی۔ ایک فقرہ ہی ہوتا۔ عقاید کی مثال ایک باغ کی ہے جس کے بہت عمدہ پھل اور پھول ہوں اور اعمال صالحہ وہ مصفا پانی ہے جس کے ذریعہ اس باغ کا قیام اور نشو ہوتا ہے۔ ایک باغ خواہ کتنا ہی اعلےٰ درجہ کا کیوں نہ ہو لیکن اس کی آبپاشی اگر عمدہ نہ ہو تو آخر خراب ہو جاوے گا۔ اسی طرح اگر عقیدہ خواہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو لیکن عملِ صالح اگر اس کے ساتھ نہ ہوگا تو شیطان آکر تباہ کر دے گا

تلاش کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی تک کل اہلِ اسلام کا یہی مذہب رہا ہے کہ کل نبی فوت ہو گئے ہیں چنانچہ صحابہ کرامؓ کا بھی یہی مذہب تھا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو صحابہؓ کا اجماع ہوا۔ حضرت عمرؓ وفات کے منکر تھے اور وہ آپ کو زندہ ہی مانتے تھے آخر ابو بکرؓ نے آکر وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کی آیت سنائی۔ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ کو آپؐ کی موت کا یقین آیا۔ اور اگر صحابہ کرام کا یہ عقیدہ ہوتا کہ کوئی نبی زندہ ہے تو سب اٹھ کر ابو بکرؓ کی خبر لیتے کہ ہمارا عقیدہ مسیح کی نسبت ہے کہ وہ زندہ ہے۔ تو کیسے کہتا ہے کہ سب نبی فوت ہو گئے۔ اور کیا وجہ ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم زندہ نہ ہوں۔ اگر بعض مرتے اور بعض زندہ ہوتے تو کسی قسم کا افسوس نہ ہوتا۔ مگر غریب سے لے کر امیر تک سب مرتے ہیں۔ پھر مسیح کو کیسے زندہ مانا جاوے۔ تیسری صدی کے بعد حیاتِ مسیحؑ کا اعتقاد مسلمانوں میں شامل ہوا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ نئے نئے عیسائی مسلمان ہو کر ان میں ملتے گئے۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب ایک قوم کسی مذہب میں داخل ہوتی ہے تو اپنے مذہب کی رسوم اور بدعات جو وہ ہمراہ لاتی ہے اس کا کچھ حصہ نئے مذہب میں مل جاتا ہے۔ ایسے ہی عیسائی جب مسلمان ہوئے تو یہ خیال ہمراہ لائے۔ اور رفتہ رفتہ وہ مسلمانوں میں پختہ ہو گیا۔ ہاں جن لوگوں نے ہمارا زمانہ نہیں پایا وہ اس مسئلہ پر انہوں نے بحث کی وہ تلک امۃ قد خلت کے مصداق ہوئے۔ لیکن اب جو ہمارے مقابل پر آئے۔ اور اتمام حجت ان پر ہوا وہ قابلِ اعتراض ٹھہر گئے۔ اگر ان لوگوں کے اعمال صالحہ ہوتے تو یہ عقیدہ ان میں رواج نہ پاتا۔ جب وہ چھوٹ گئے تو ایسے ایسے عقاید شامل ہو گئے۔"

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد ششم صفحہ ۲۶۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان فتح

"اکثر مسلمانوں کے اس عام عقیدہ کی کہ خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کو بجسد عنصری آسمان پر اٹھا لیا قرآن میں کسی جگہ بھی کوئی سند نہیں ملتی" (رابطہ عالم اسلامی مکہ معظمہ کا شائع کردہ ترجمہ انگریزی)

از مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر سابق مبلغ بلاد عربیہ

المنبر لائل پور نے اپنی اشاعت ماہ اگست ۱۹۶۴ء میں مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر شیخ عبد العزیز استاذ حسن باز کا فتویٰ شائع کیا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جو شخص حیاتِ مسیح کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ اور اگر وہ اس خیال سے توبہ نہ کرے تو ایسے شخص کو کفر کی حالت میں قتل کر دیا جائے نیز توفی کے معنی موت لینا نہایت ضعیف اور مرجوح قول ہے۔ قانونی گرفت سے بچنے کے لئے المنبر نے یہ بھی شائع کر دیا کہ اسلام عوام کو ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ قانون ہاتھ میں لیکر کوئی اقدام کریں۔

ہم نے اسی وقت اس کا جواب الفضل میں دے دیا تھا اور آج تک اس کا جواب دیکھنے میں نہیں آیا۔ اس سلسلہ میں ہم نے حیاتِ مسیح ثابت کرنے والے کے لئے حضرت بانیٔ سلسلہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا انعام بیس ہزار روپیہ بھی تحریر کیا تھا مگر ہر طرف خموشی ہی دیکھنے میں آئی آج اس چیلنج کو ۷۳ سال سے زاید گزرتے ہیں مگر آج تک اس انعام کو لینے کی توفیق کسی کو نہ مل سکی اور نہ ہی مل سکے گی۔ بلکہ اس کے برعکس دنیا کے مشہور ترین علماء اور مفکرین نے وفاتِ مسیح کا فتوےٰ دے دیا ہے جن میں سے قابلِ ذکر الشیخ محمد عبدہ مفتی مصر۔ علامہ الشیخ رشید رضا مفتی مصر۔ الشیخ مراغی رئیس الازہر اور الشیخ محمود شلتوت ہیں۔

اب حال ہی میں نیا انگریزی ترجمہ قرآن مجید مسلم ورلڈ لیگ مکہ (رابطہ عالم اسلامی مکہ) کی طرف سے شائع ہوا ہے جس میں علمی اور فکری لحاظ سے بہت سے عمائد اسلام نے کام کیا ہے۔ اس ترجمۃ القرآن کے ممتاز مصنف محمد اسد ہیں جو کئی علمی کتب کے مصنف بھی ہیں۔

اس ترجمہ قرآن مجید میں وفاتِ مسیح کے متعلق مندرجہ ذیل امور کا اظہار یوں کیا گیا ہے

(۱) اکثر مسلمانوں کے اس عام عقیدہ کی کہ خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کو بجسد عنصری اوپر آسمان پر اٹھا لیا قرآن میں کسی جگہ بھی کوئی سند نہیں ملتی

(۲) اس بارے میں مسلمانوں میں بہت سے عجیب و غریب قصے پائے جاتے ہیں ... مگر ان میں سے کسی کہانی کا قرآن کریم اور مستند احادیث سے ذرہ بھر بھی ثبوت نہیں ملتا۔

(۳) آخر میں مترجم رقمطراز ہے اس سلسلہ میں قرآن کے کلاسکی مفسرین نے جو قصے بیان کئے ہیں وہ ہر طرح سے رد کر دینے کے لائق ہیں۔

درحقیقت وفاتِ مسیح کا مسئلہ ہی عیسائیت کے استیصال کیلئے سب سے کارگر ہتھیار ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:-

"عیسائیوں پر یہ ثابت کر کے کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کیلئے فوت ہو چکا ہے یہی ایک بحث ہے جس میں فتحیاب ہونے سے تم عیسائی مذہب کی روئے زمین سے صف لپیٹ دو گے"

الغرض رابطۂ عالم اسلامی مکہ کی طرف سے انگریزی ترجمہ قرآن کریم میں وفاتِ مسیح کا اعتراف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان فتح ہے۔

رابطۂ عالم اسلامی مکہ معظمہ کی طرف سے شائع کردہ انگریزی ترجمۃ القرآن میں

عقیدۂ وفات مسیح کا واضح اعلان

منقول از روزنامہ الفضل ربوہ ۸ مئی ۱۹۶۵ء بحوالہ ہفت روزہ پیغام صلح لاہور ۲۱ اپریل

"رابطۂ عالم اسلامیہ کے شائع کردہ ترجمہ میں جن آیات سے وفات مسیح پر استدلال کیا گیا ہے وہ مع اصل انگریزی ترجمہ اور حواشی کے ذیل میں نقل کی جاتی ہیں تاکہ اگر کسی کو میرے بیان کی صحت پر شک ہو تو وہ خود انگریزی متن کو دیکھ کر موضوع زیر بحث کو صحیح طور پر سمجھ لے:-

وَاِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ط اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ ط تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ ط اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِیْ بِہٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَرَبَّکُمْ ج وَکُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْھِمْ ج فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ ط وَاَنْتَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ ۝

انگریزی ترجمہ:-

Ch. V. verse 116-117

"And Lo! God will say (on the Judgement Day) O Jesus, son of Mary! Didst thou say unto men, "worship me and my mother as deitites besides God"? (Jesus) will answer: Limitless art Thou in Thy glory! It is not conceivable that I should have said what I had no right to (say)! Had I said this, Thou wouldst indeed have known it! Thou knowest all that is within myself, whereas I know not what is in Thy self. Verily it is Thou alone who fully knowest all the things that are beyond the reach of human perception.

"Nothing did I tell them beyond what Thou didst bid me (to say): "Worship God, (who is) my sustainer as well as your Sustainer"; and I bore witness to what they did as long as I dwelt amongst them; but since Thou hast caused me to die, Thou alone has bear their keeper: for Thou are witness unto everything.

اردو ترجمہ:-

"اور دیکھو جب خدا (فیصلہ کے دن) کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا:-

"خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لو؟"

"عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے خدایا تیری ذات پاک ہے۔ مجھے جس بات (کے کہنے) کا حق نہ تھا میں کیسے کہہ دیتا؟ میں نے اگر یہ کہا ہوتا تو تجھے ضرور اس کا علم ہوتا میرے دل کی باتیں تجھ پر بخوبی روشن ہیں جبکہ مجھے اس کا علم نہیں جو تیرے جی میں ہے۔ بے شک صرف تو ہی غیب کا پورا علم رکھنے والا ہے۔"

"میں نے ان سے ہرگز کچھ نہیں کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھے (کہنے کے لئے) حکم دیا کہ:-

"خدا کی عبادت کرو (جو کہ) میرا رب اور تمہارا رب ہے اور میں انکے اعمال پر گواہ تھا جب تک میں ان میں رہا۔ لیکن جب سے تو نے مجھے وفات دی ہے تو صرف تو ہی ان پر نگہبان رہا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے"

ان آیات میں فلما توفیتنی کا ترجمہ صاف طور پر "جب سے تو نے مجھے وفات دی ہے" کیا گیا ہے۔ اس مقام پر مترجم نے کوئی فٹ نوٹ نہیں لکھا اس لئے کہ اس سے قبل وہ اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈال چکے ہیں۔ ملاحظہ ہوں سورۃ النساء کی ذیل کی آیات:-

وَقَوْلِھِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ج وَمَا قَتَلُوْہُ وَمَا صَلَبُوْہُ وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ ط وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ لَفِیْ شَکٍّ مِّنْہُ ط مَا لَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ ط وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ۝

انگریزی ترجمہ:-

Verse 157-158 "And their boast, Behold, we have slain the Christ Jesus, son of Mary, (who claimed be) God apostle!"

However they did not slay him, and neither did they crucify him, but it only seemed to them (as if it had been) so; find verily those who hold conflicting views about this matter are indeed confused having no (real) knowledge thereof, and following mere conjecture. For of a certainly, they did not slay him; God exalted him unto Himself ** and God is indeed almighty, wise."

(Page 177)

اردو ترجمہ:-

"اور ان کی یہ لن ترانی کہ دیکھو ہم نے مسیح ابن مریم (جو اپنے آپ کو کہتا تھا) خدا کا نبی اسے قتل کر دیا۔ (حالانکہ) انہوں نے نہ تو اسے قتل کیا اور نہ ہی اسے صلیب دی بلکہ ان کو بظاہر یہی نظر آیا (کہ ایسا ہو گیا) اور بے شک وہ لوگ جو اس بارے میں متصادم نظریات رکھتے ہیں وہ ہی الجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔ انہیں اس کے متعلق کوئی (حقیقی) علم نہیں۔ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور یقیناً انہوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اپنی طرف اس کا رفع کیا اور بے شک خدا بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا ہے" ص ۱۷۷

ان آیات کے ترجمہ کے نیچے دو حواشی ہیں۔ ایک ولکن شبہ لھم اور دوسرا رفع سے متعلق ہے۔ پہلا حاشیہ ملاحظہ ہو:-

انگریزی حصہ تفسیر:-

Commentary

* "Thus the Qur'an categorically denies the story of the crucifixion of Jesus. There exist among Muslims, many fanciful legends telling us that at the last moment God substituted for Jesus a person closely resembling him (according to some accounts, that person was Judas), who was subsequently crucified in his place. However, none of these legends finds the slightest support in the Quran or authentic traditions, and the stories produced in this connection by the classical

commentators of the Quran must be summarily rejected. They represent no more than the confused attempts at "harmonizing the Qur'anic statement that Jesus was NOT crucified with the graphic description in the Gospels, of his crucifixion. The story of the crucifixion as such has been succinctly explained in the Quranic phrase WA-LAKIN SUBBIHA LAHUM, which I render as "but it only appeared to them as if it had been so" implying that in the course of time, long after the time of Jesus, a legend had somehow grown up (possibly under the then-powerful influence of Mithraic beliefs) to the effect that he had died on the cross in order to atone for the "original sin" with which mankind is allegeedly burdened: and this legend became so firmly established among the letter day followers of Jesus that even his enemies, the Jews, began to believe it - albeit in a derogatory sense (for crucifixion was, in those times a heinous form of death penalty reserved for the lowest of criminals. This to my mind is the only satisfactory explanation of the phrasa WA-LAKIN SHUBBIHA LAHUM, the more so as the expression SHUBBIHA LI is idiomatically symony mous with KHUYYILA LI, "(a thing) became a fancied image to me" i.e., "in my mind" - in other words, "(it) seemed to me" (see QAMUS, art KHAYOLA, as well as Lane II, 833 and IV 1500).

اردو ترجمہ :-

"پس قرآن کریم عیسیٰؑ کے صلیب دئے جانے کے قصّے کو قطعی طور پر رد کرتا ہے۔ ہاں اس بارے میں مسلمانوں میں بہت سی بے بنیاد روایات پائی جاتی ہیں جن میں مذکور ہے کہ عین آخری وقت خدا نے عیسیٰؑ کے بدلے اس سے انتہائی مشابہت رکھنے والے ایک دوسرے شخص کو بھیج دیا (بعض تفاصیل کے مطابق یہ شخص یہودا تھا۔) جسے بالآخر عیسےٰؑ کی جگہ صلیب دے دی گئی۔ تاہم ان میں سے کسی روایت کا قرآن کریم اور مستند احادیث میں ذرّہ بھر بھی ثبوت نہیں ملتا۔ اور اس سلسلہ میں قرآن کے کلاسیکی مفسّرین نے جو قصّے بیان کئے ہیں وہ ہر طرح سے ردّ کر دینے کے لائق ہیں۔ ....

.... ایک طرف عیسیٰؑ کو صلیب دئے جانے کا جو تفصیلی نقشہ اناجیل میں کھینچا گیا ہے اور دوسری طرف قرآن کا یہ بیان کہ مسیح کو صلیب پر نہیں مارا گیا۔ درحقیقت یہ قصّے ان دو بیانات کو "ہم آہنگ" کرنے کی ابتر اور پریشان کوششوں کے علاوہ اور کسی امر کی طرف رہنمائی نہیں کرتے۔ صلیب پر دئے جانے کی اس حکایت کو قرآن کریم کے مختصر اور جامع جملہ ولٰکن شُبّہ لھم میں کس خوبی سے بیان کر دیا گیا ہے جس کا ترجمہ میں نے یوں کیا ہے :-

"بلکہ ان کو بظاہر یہی نظر آیا کہ ایسا ہو گیا ہے" اس سے مراد یہ ہے کہ مرورِ زمانہ سے مسیحؑ کے زمانہ کے بہت عرصہ بعد کسی نہ کسی طرح یہ داستان تشکیل پا گئی (عین ممکن ہے کہ یہ اس وقت کے متھرائی عقاید کے غالب اثر کا نتیجہ ہو) کہ وہ اس "طبعی گناہ" کے کفّارہ کے طور پر صلیب دئے گئے جس کے متعلق یہ ادعا ہے کہ اس بوجھ تلے انسانیت دبی ہوئی ہے۔ یہ روایت عیسیٰؑ کے بعد میں آنے والے پیرؤوں میں اتنی شدت سے رچ گئی کہ یہودی بھی جو حضرت عیسیٰؑ کے دشمن تھے اسے تسلیم کرنے لگے گو تحقیر آمیز انداز ہی میں سہی۔ (اس زمانہ میں صلیب کی موت ایک نفرت انگیز سزائے موت تھی جو سب سے نچلے درجے کے مجرموں کے لئے مقرر تھی) میرے نزدیک قرآنی الفاظ ولٰکن شُبّہ لھم کی صرف یہی ایک توضیح قابلِ قبول ہے۔ اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ شُبّہ لِی کا محاورہ خُیّل لِی کے مترادف ہے۔ "(یہ شئے) میرے لئے ایک خیالی تصوّر بن گئی" یعنی "میرے ذہن میں" ــــــــــــ دوسرے لفظوں میں "یہ" مجھے ایسا لگا۔

(ملاحظہ ہو قاموس بمضمون خیل۔ نیز لغات لین جز دوم ص۸۳۳ اور جز چہارم ص۱۵۰۰)

دوسرا حاشیہ انگریزی تفسیر بحوالہ آیت اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ حسبِ ذیل ہے :-

CF. 3:55 where God say to Jesus, "Verily I shall cause thee to die, and shall exalt thee unto Me". The verb RAFA'AHU (Lit., "he raised him" "of " elevated him" has always, whenever the act of RAF' (elevating) of a human being is attributed to God the meaning of "honouring" or "exalting". Nowhere is the Quran is there any warrant for the popular belief of many Muslim that God has take up" Jesus bodily to heaven. The expression that "God exalted him unto Himself" in the above verse denotes the elevation of Jesus to the realm of God's special grace - a blessing in which all prophets partake as, is evident from 19:57, where the verb RAFA'NAHU ("we exalted him") is used with regard to the Prophet Idris. (See also Muhammad Abduh in Manar III 316f. and VI 20f) The "nay" (bal) at the beginning of the sentence is meant to stress the contrast between the belief of the Jews that they pot Jesus to a shameful death on the cross and the fact of God's having "exalted him unto Himself."

(PP. 177-80)

اردو ترجمہ :-

"جہاں خدا عیسیٰؑ سے خطاب کرتا ہے۔ بے شک میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں۔ اس میں فعل رَفَعَہٗ (لغوی طور پر۔ اس نے اٹھا لیا یا اس کا درجہ بلند کیا۔) جہاں کہیں انسان کے رفع (بلندیٔ درجات) کو خدا کی طرف منسوب کیا جائے تو اس سے ہمیشہ بخشنا یا بلندیٔ درجات مراد ہوتی ہے۔ اکثر مسلمانوں کے اس عام عقیدہ کی کہ خدا نے عیسیٰ علیہ السلام کو بجسدِ عنصری آسمان پر اٹھا لیا"۔ قرآن کریم میں کسی جگہ بھی کوئی سند نہیں ملتی۔ آیت بالا کا یہ بیان کہ "خدا نے اپنی طرف اس کا رفع کیا" اس بات کی علامت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے فضلِ خصوصی کے دائرہ میں شامل کئے گئے ہیں۔ یعنی اس رحمتِ الٰہی میں جس میں سب انبیاء شریک ہیں۔ جیسا کہ سورہ ۱۹۔ آیت ۵۷ سے ظاہر ہے (وَرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا۔ ناقل) جس میں فعل رَفَعْنٰہُ (ہم نے اس کا مرتبہ بلند کیا) حضرت ادریس علیہ السلام کے لئے ہوا ہے (نیز ملاحظہ ہو محمد عبدہ کی تفسیر المنار جلد سوم ص۳۱۶ حاشیہ اور جلد چہارم ص۲۰ حاشیہ میں) اس جملہ (بل رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ۔ ناقل) کے شروع میں بلکہ (بل) کا لفظ یہودیوں کے اس عقیدہ کے مقابلہ میں کہ انہوں نے عیسےٰ علیہ السلام کو ایک شرمناک صلیبی موت دی۔ اس حقیقت کو واضح کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ خدا نے اسے اپنا قرب عطا کیا" ص۱۷۷-۸۰

ابنِ مریم مر گیا حق کی قسم !

ابنِ مریم مر گیا حق کی قسم
داخلِ جنّت ہوا وہ محترم

مارتا ہے اس کو فرقاں سربسر
اس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر

وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

کوئی مُردوں سے کبھی آیا نہیں
یہ تو فرقاں نے بھی بتلایا نہیں

عہد شد از کردگارِ بیچگوں
غور کن در اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْن

(کلام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اخبار ــــ و ــــ آراء

کلکتہ - ۲۴ر جنوری - کل یہاں نیتاجی سبھاش بوس کی سالگرہ پر منعقدہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے دو اپوزیشن ممبرانِ پارلیمنٹ شری ایچ وی کامتھ (پرجا سوشلسٹ) اور شری مدھو لمے (سنیکت سوشلسٹ) نے کہا کہ تاشقند اعلان سے بھارت کو نقصان اور پاکستان کو فائدہ ہوا ہے۔ بے شک ہمیں شری شاستری پر نکتہ چینی کرنے میں دکھ ہوتا ہے کیونکہ وہ اب موجود نہیں ہیں۔ لیکن قومی مفاد کو آنکھوں سے اوجھل نہیں کیا جا سکتا۔ شری کامتھ نے کہا کہ حاجی پیر۔ اڑی۔ پونچھ۔ کارگل اور ٹتھوال جیسے فوجی اہمیت کے دروں سے فوجیں ہٹانا منظور کر کے بھارت سرکار نے پاکستان کو یہ پرچار کرنے کے لئے موقع دے دیا ہے کہ بھارت اپنے سٹینڈ سے پرے ہٹ گیا ہے کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ حصہ ہے تاشقند اعلان یہ گارنٹی نہیں دے سکتا کہ پاکستان کشمیر محاذ پر پھر بھارت پر حملہ نہیں کرے گا۔ اس معاہدہ پر دستخط کر کے بھارت نے پاکستان کو کشمیر میں ہزاروں مسلح گھس بیٹھئے بھیجنے کی ذمہ داری سے عملاً بری کر دیا ہے۔ انہیں واپس بلانے کی ذمہ داری بھی اس پر نہیں رہی۔ اور یہ گھس بیٹھئے ابھی تک کشمیر میں موجود ہو سکتے ہیں۔ شری لمے نے کہا کہ مرکزی سرکار نے پارلیمنٹ کو وعدہ دیا تھا کہ بھارت کسی حالت میں بھی ان اہم فوجی دروں سے اپنی فوجیں واپس نہیں بلائے گا

(پرتاپ جالندھر ۲۵/۱/۶۶)

جمنا نگر - ۲۴ر جنوری - کل یہاں ایک تقریر میں ماسٹر تارا سنگھ نے کہا کہ سکھوں کو حق خود ارادیت ملنا چاہیئے اور انہیں بھارت سے الگ ہونے کا حق بھی ہونا چاہیئے۔ آپ نے کہا کہ میں شیخ عبداللہ اور پٹھانوں کی حمایت کروں گا۔ کیونکہ وہ بھی حق خود ارادیت کے لئے لڑ رہے ہیں۔ آپ نے کہا کہ ایک الگ سکھستان کے بغیر سکھ دھرم نہیں رہ سکتا۔ یہ ٹھیک ہے کہ سکھ ہندوؤں سے جدا نہیں لیکن وہ ہندوؤں کی طرف سے اپنے ساتھ کئے جا رہے گھٹیا سلوک کو برداشت نہیں کر سکتے۔ آپ نے کہا کہ مجھے پنجابی صوبہ پارلیمنٹری مشاورتی کمیٹی اور کیبنٹ سب کمیٹی میں کوئی دلچسپی نہیں۔ اس لئے ہم نے حکم سنگھ کمیٹی کو میمورنڈم پیش نہیں کئے۔ یہ کمیٹیاں تو محض سکھوں کو شانت رکھنے کے لئے بنائی گئی تھیں۔ اب سرحدوں پر کشیدگی کم ہونے سے ان کی افادیت ختم ہو رہی ہے۔ آپ نے رشی دیانند پر الزام لگایا کہ انہوں نے ہندوؤں اور سکھوں میں پھوٹ ڈالی۔ آپ نے کہا کہ دھارمک لیڈروں میں صرف سوامی دیانند نے ہی گورو نانک پر نکتہ چینی کی۔

(پرتاپ جالندھر ۲۵/۱/۶۶)

جالندھر - ۲۴ر جنوری - پنجاب جن سنگھ کی ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ گذشتہ روز ڈاکٹر بلدیو پرکاش ایم ایل اے کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ ایک پرستاؤ کے ذریعہ اس بات پر افسوس ظاہر کیا گیا کہ پنجابی صوبہ کے ختم ہو چکے سوال کو دو نئی کمیٹیاں بنا کر دوبارہ زندہ کر دیا گیا۔ مرکزی سرکار کی یہ کارروائی غیر دانشمندانہ اور ناپسندیدہ تھی۔

دوسرے ریزولیشن میں اعلان تاشقند پر سخت نکتہ چینی کی گئی۔ اور یہ قرار دیا گیا کہ حاجی پیر ٹتھوال اور کارگل سے واپسی کا مطلب یہ ہوگا کہ ہمارے جوانوں نے میدانِ جنگ میں جو کچھ حاصل کیا اسے سرکار نے بات چیت کے محاذ پر کھو دیا ہے۔ کمیٹی نے صوبہ کے عوام سے اپیل کی ہے کہ جس مضبوطی اور دلیری سے انہوں نے پاکستانی حملہ کا مقابلہ کیا تھا اسی طرح تاشقند اعلان کی بھی مخالفت کریں۔ چنانچہ ۷ر فروری کو حاجی پیر ڈے اور ۱۳ر فروری تک "فوجیں نہ ہٹاؤ" ہفتہ منایا جائے گا۔ کمیٹی نے کہا کہ دفعہ ۳۷۰ ختم کر کے اسے ملک کے دیگر حصوں کی طرح بنا دیا جائے۔

(پرتاپ جالندھر ۲۵/۱/۶۶)

ہندوازم کی اشاعت کیلئے مستقل ادارہ کا قیام

الٰہ آباد - ۲۱ر جنوری - یہاں ہندوؤں کے مختلف فرقوں کے ممتاز حضرات نے ایک میٹنگ میں فیصلہ کیا ہے کہ ایک ایسے مستقل ادارہ کو قائم کیا جائے جو ہندوستان سے باہر رہنے والے ہندوؤں میں تبلیغ کا کام کرے۔ یو پی کے گورنر مسٹر بسواداس نے اس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا کہ ہندو دھرم نے دنیا کے کلچر کو بہت کچھ دیا ہے

(الجمعیۃ دہلی صـ۶ ۲۴/۱/۶۶)

عیسائی فرقوں میں اتحاد کیلئے پوپ کی اپیل

ویٹیکن سٹی - ۲۳ر جنوری - پوپ پال ششم نے آج کہا کہ مسیحی دنیا میں اتحاد پیدا کرنے کیلئے ایک معجزہ کی ضرورت ہے۔ شاید اس معجزہ کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اتوار کی دوپہر کو دیدارِ عام کے موقعہ پر وہ سات ہزار اشخاص سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے دعا کرنی چاہیئے۔

(الجمعیۃ دہلی صـ۶ ۲۵/۱/۶۶)

عید کا پیغام

عید کا اجتماعی مظاہرہ وہ پیغام ہے کہ باللہ العظیم اگر مسلمان اپنے عمل سے اسلام کی صداقت پر گواہی دیں تو ناممکن ہے کہ اسلام کی طرف دلوں میں کشش پیدا نہ ہو مگر اس کا کیا علاج کہ مسلمانوں نے عید کی خوشی میں حصہ لیتے ہوئے بھی اس پیغام کو بھلا دیا ہے۔ عید کے بعد ہر مسلمان کیلئے تجدید عہد ضروری ہے۔ وہ گذشتہ زندگی کا احتساب کرے اور آئندہ زندگی کے لئے کوئی پروگرام بنائے ہم آپ کو یہ بات سنا دینا چاہتے ہیں کہ ہر عبادت کے لئے قربانی کا جذبہ لازمی شرط ہے۔ اگر قربانی کی روح نکل گئی تو ہر عبادت بے جان ہو کر رہ جائے گی۔ آج ہر مسلمان بچھو کر یقین کر سکتا ہے کہ اس کے کان آنکھ ہاتھ پیر سب کچھ ہیں۔ لیکن اگر وہ ٹیلسکوپ لگا کر قربانی کو دیکھے تو اسے یہ مایۂ زندگی نظر نہ آ سکے گا قرآن نے عروج و زوال کے قوانین نفسی بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کرئے ہیں۔ اس نے ولکم فی القصاص حیات کہہ کر عروج و زوال کی ایک پوری انسائیکلو پیڈیا مرتب کر دی ہے۔ اس فرمان کی تعمیل سے داستانِ عروج کا آغاز ہوتا ہے اور اس کے ترک سے داستانِ زوال شروع ہو جاتی ہے۔ عروج و زوال پر دنیا کا لٹریچر پڑھ ڈالئے قرآن کے یہ چند الفاظ سب پر بھاری نکلیں گے۔ مسلمانوں کو عید کی خوشی میں اس فرمانِ الٰہی کو پیشِ نظر رکھنا ہے ورنہ ان کی عید، ان کی خوشی۔ ان کا اجتماعی مظاہرہ جسد بے روح ثابت ہوگا اور اسلام کی یہ عبادت جو مسرتوں کا پیغام لاتی ہے۔ ایک رسم بن کر رہ جائے گی۔ کسی روح کو ختم کرنا ہو تو اسے رسم بنا دیجئے۔ وہ لاشۂ بے جان بن کر خاک میں مل جائے گی۔

عید منانے والے مسلمانو! اس سلسلے میں ہم بہت کچھ لکھ سکتے ہیں مگر تمہیں اپنے دل سے سوال کرنا ہوگا کہ نہ تمہاری نمازوں میں فرق آیا نہ روزوں کا احترام دلوں سے نکلا نہ تم نے حج سے انکار کیا نہ قرآن کی تلاوت تمہیں بار معلوم ہوئی مگر کیا وجہ ہے کہ تمہارا یہ مذہبی شغف اپنی واجبی تاثیر سے ہی دامن ہو چکا ہے اسلامی عبادات تو ایسی نہ تھیں کہ تمہارا دل بے چین رہے اور تم اپنے مستقبل کا نظارہ نہ کر سکو تم اپنے ذہن اور روح میں، جذبات اور خیالات میں۔ عقاید و اعمال میں انقلاب پیدا کرو اور اپنا سرا پا بدلو یہ عید کی مبارک تقریب ہی تمہاری کھوئی ہوئی متاع تمہارے دامن میں ڈال دے گی۔ اندر کی تبدیلی سے پوری کائنات بدلتی ہوئی دکھائی دے گی۔ جس کتابُ اللّٰہ پر تمہارا ایمان ہے اس کی سنو، اس کا ارشاد ہے کہ خدا کبھی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے آپ کو بدلنے کی کوشش نہ کرے عید کا اجتماعی مظاہرہ محض تبدیلی کے لئے ہے خدا تمہیں اس تبدیلی کی توفیق دے۔ تمہارے روزے مقبول ہوں اور تمہاری عید سے تمہارا روشن مستقبل ہو اور ایسی ہزار عیدوں کا سایہ تم پر پڑا رہے۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد

(الجمعیۃ دہلی ۲۳/۱/۶۶)

اسے کہتے ہیں ودھاتا کا ودھان!

انسان کیا ہے؟ بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں۔ اس کا دماغ جن بلندیوں پر بعض اوقات پہنچتا ہے وہیں سے گر کر وہ چشم زدن میں پاش پاش ہو جاتا ہے۔ وہ بڑی بڑی یوجنائیں بناتا ہے۔ بڑے بڑے فیصلے کرتا ہے۔ بڑی بڑی آرزوئیں اور تمنائیں اپنے دل میں لے کر دنیا میں نکلتا ہے۔ لیکن بھول جاتا ہے کہ اس کی ان تمام یوجناؤں کا، ان تمام فیصلوں کا، ان تمام آرزوؤں اور تمناؤں کی کامیابی کا انحصار کسی اور طاقت پر ہے جسے آج تک کسی انسان کی آنکھ نہیں دیکھ سکی۔ انسان کچھ کرتا رہے۔ کچھ کہتا رہے لیکن آخر میں ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

یہ خیالات میرے دماغ میں اس وقت آئے جب میں نے اس ہوائی حادثہ کی خبر پڑھی جو چار دن ہوئے جنیوا کے نزدیک ہوا ہے۔ اس میں ۱۱۷ مسافر جا رہے تھے سب کے سب موت کا شکار ہو گئے۔ ان میں ہمارے دیش کے سب سے بڑے پرمانو سائنسدان ڈاکٹر ہومی بھابا بھی تھے۔ سائنس نے ہوائی جہاز بنا دیا جو دنوں کا سفر اب گھنٹوں میں طے کر سکتا ہے۔ انسان کا دماغ کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہے۔ پچھلے دنوں روس نے ایک ہوائی جہاز تیار کیا تھا جس میں سات سو مسافر ایک ہی وقت میں سفر کر سکتے ہیں۔ اب امریکہ ایک ہوائی جہاز ایسا تیار کرنے لگا ہے جس میں ایک ہزار مسافر ایک ہی وقت میں سفر کر سکیں گے۔ ممکن ہے کل کو اس سے بھی بڑا ہوائی جہاز بن جائے انسان کے دماغ کا تخیل کہاں سے کہاں پہنچ رہا ہے اور وہ اپنے اس تخیل کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کرتا رہتا ہے لیکن بھول جاتا ہے کہ یہ سب کچھ اس وقت تک چل سکتا ہے جب تک ودھاتا کا ودھان اسے اس کی اجازت دیگا۔ وہ اگر اجازت دیدے تو چودہ دن میں خلا میں پرواز کرنے والے بھی صحیح سلامت زمین پر واپس آ سکتے ہیں۔ نہ دے تو جو لوگ دہلی یا بمبئی سے لنڈن یا نیو یارک کے لئے روانہ ہوئے تھے انہیں وہاں پہنچنے کی اجازت نہیں ملی۔ وہ ایک ایسے مقام پر جا کر رک گئے جو ان کے اور ان کے کسی دوست یا رشتہ دار کے سان وگمان میں بھی نہ آ سکتا تھا کیونکہ اس ہوائی جہاز کے چلنے سے پہلے اگر کسی کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ راستہ میں ہی رہ جاتا ہے تو کوئی اس پر سوار نہ ہوتا بلکہ اس جہاز کا کپتان خود ہی اسے چلانے سے انکار کر دیتا

(باقی صـ۱۲ کالم ۱-۲)

جماعت اور امامت کی اہمیت

مکرم مولوی محمد الدین صاحب ایم۔ اے ربوہ

ہماری جماعت کے لئے کیسا خوشی اور طمانیت کا مقام ہے کہ اس نے خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ امام کا دامن مضبوطی سے تھام رکھا ہے۔ اور اس طرح جماعت کے مبارک نام کی صحیح مصداق ہے حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی فراست اور دوربینی کا یہ کمال ہے کہ آپ نے اس معاملہ میں جماعت کی صحیح رہنمائی فرمائی اور خلافت کو مضبوط بنانے کی تلقین فرمائی۔

فطرت انسانی میں یہ بات داخل ہے کہ جب تک انسان کو کسی چیز یا مقصد کی اہمیت کا احساس نہ ہو۔ وہ اس کی قدر نہیں کرتا۔ خلافت اور امامت کے مسئلہ کا بھی یہی حال ہے تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خلاف بغاوت کی تو اس وقت حضرت حنظلۃ الکاتب نے ان نقصانات کا احساس کر کے جو خلافت کے مٹنے سے امتِ مسلمہ کو پہنچنے والے تھے مندرجہ ذیل اشعار میں اپنے دردِ دل کا اظہار فرمایا۔

عَجِبْتُ لِمَا يَخُوضُ النَّاسُ فِيهِ
يَرُومُونَ الْخِلَافَةَ أَنْ تَزُولَا
وَلَوْ زَالَتْ لَزَالَ الْخَيْرُ مِنْهُمْ
وَلَاقَوْا بَعْدَهَا ذُلًّا ذَلِيلَا
وَكَانُوا كَالْيَهُودِ أَوِ النَّصَارَىٰ
سَوَاءً كُلُّهُمْ ضَلُّوا السَّبِيلَا

ترجمہ:- مجھے تعجب ہے کہ لوگ کس بات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ کیا وہ چاہتے ہیں کہ خلافت مٹ جائے۔ اگر خلافت مٹ گئی۔ تو ان سے ہر طرح کی بھلائی رخصت ہو جائے گی۔ اور اس کے بعد وہ سخت ذلت کا شکار ہو جائیں گے۔ اور یہود یا نصاریٰ کی طرح ہو کر سخت گمراہی کے رستے پر جا پڑیں گے۔

حضرت حنظلۃ الکاتب نے جو کچھ فرمایا تھا وہ حرف بحرف پورا ہوا۔ تاہم ہمیشہ ہر ایک زمانہ میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو خلافت اور امامت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے یا تو ایسے لوگ سرے سے خلافت کا انکار کر دیتے ہیں یا اس کی اطاعت سے گریز اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں دیکھتے ان حالات میں ضروری ہے کہ خلافت و امامت کی اہمیت کو بار بار مختلف رنگوں میں لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ وہ لوگ بھی اس نہایت نقصان رساں عقوبت سے بچ سکیں۔

خلافت اور اس کی اطاعت کا مضمون بہت وسیع ہے۔ اس مسئلہ کے مختلف پہلو ہر پہلو کو اس مختصر مضمون میں بیان نہیں کیا جا سکتا اس لئے میں صرف ایک حدیث نبوی کے ذریعے اس مسئلہ کے اس پہلو کو نہایت اختصار سے بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ خدا تعالےٰ اسے لوگوں کی ہدایت کا موجب بنائے۔ آمین۔

صحیح بخاری کی کتاب بدء الخلق کے باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں کہ لوگ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق سوال کیا کرتے تھے لیکن میں شر کے متعلق پوچھا کرتا تھا میرا یہ طریق اس ڈر کی وجہ سے تھا کہ کہیں میں کسی شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم اس سے پہلے جاہلیت اور شر میں مبتلا تھے کہ اللہ تعالےٰ نے (آپ کے ذریعے) یہ خیر ہمیں عطا فرمائی۔ کیا اس خیر کے بعد پھر شر کا خوف ہے؟ اس پر حضور نے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ کیا اس شر کے بعد پھر خیر مقدر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں مگر اس میں دخن یعنی کچھ خرابی بھی شامل ہو گی میں نے عرض کیا۔ کہ اس کے دخن سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ (اس وقت) ایک ایسی قوم ہو گی جو کہ کوئی اور رستہ اختیار کرے گی۔ ان میں سے بعض کو تو پہچانے گا اور بعض کو نہیں پہچان سکے گا۔ میں نے پھر عرض کیا کہ کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر مقدر ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں بہت سے لوگ جہنم کے دروازوں کی طرف بلائیں گے۔ جو ان کی دعوت کو قبول کرے گا۔ اس کو جہنم میں پھینک دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان کی علامات بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا وہ ہمارے ہی گوشت پوست سے ہوں گے اور ہماری ہی زبان کے مطابق ان کا طریق تکلم ہو گا۔ اس پر میں نے عرض کیا۔

فَمَا تَأْمُرُنِي إِنْ أَدْرَكَنِي ذَالِكَ
قَالَ تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ
قُلْتُ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ جَمَاعَةٌ وَلَا إِمَامٌ قَالَ فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ
كُلَّهَا وَلَوْ أَنْ تَعَضَّ بِأَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّىٰ يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَىٰ ذَالِكَ۔

(ترجمہ) اگر ایسا وقت مجھ پر آ جائے تو پھر آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کا دامن پکڑ۔ میں نے عرض کیا کہ اگر ان کی کوئی جماعت نہ ہو اور نہ کوئی امام ہو تو پھر کیا کروں؟ آپ نے فرمایا کہ ان سب فرقوں (جو اس وقت موجود ہوں گے) چھوڑ دے اور اگر تو اپنے دانتوں سے کسی درخت کی جڑ کو پکڑ لے (اور اسے نہ چھوڑے) یہاں تک کہ تجھے اسی حالت میں موت آ جائے (تو یہ امر تیرے لئے بہتر ہو گا)

میں نے حدیث کے آخری الفاظ کو جن کا میرے اس مضمون سے تعلق ہے لفظاً بلفظ نقل کر دیا ہے تاکہ کسی قسم کا اشتباہ نہ پیدا ہو سکے اور مضمون آسانی سے سمجھ میں آ جائے۔

اس حدیث میں امتِ مسلمہ کو چار زمانوں میں تقسیم کیا گیا ہے

پہلا زمانہ وہ ہے جبکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خیر یعنی اسلام کو دنیا میں لائے۔ لوگوں نے اسے قبول کیا اور اس پر عمل پیرا ہوئے یہ زمانہ خیر محض کا زمانہ تھا خاکسار کے نزدیک یہ زمانہ خلافت راشدہ کے اختتام تک ممتد ہے

دوسرا زمانہ وہ ہے جس میں کہ اسلامی تعلیم کی طرف توجہ کم ہونی شروع ہو گئی۔ یہاں تک کہ آخر کار مسلمان ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا ہو گئے خاکسار کے نزدیک یہ زمانہ۔ زوال بغداد تک ممتد ہے۔ تیسرا زمانہ وہ ہے جبکہ مسلمان اپنی حکومت کے زوال کے بعد مجبور ہو کر پھر مذہب کی طرف راغب ہو گئے۔ تصوف نے اسی زمانہ میں ترقی کی۔ تصوف کی وجہ سے اگرچہ لوگوں کی توجہ اللہ تعالےٰ کی طرف پھر گئی لیکن ساتھ ہی بدعات اور خلاف اسلام رسوم نے اسلام کو صحیح حالت میں نہ رہنے دیا۔

چوتھا زمانہ وہ ہے اور یہی آخری زمانہ ہے۔ جس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں۔ کہ اسلام کا صرف نام اور قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے۔ مساجد تو بنائی جائیں گی لیکن وہ ہدایت سے خالی ہوں گی اور علماء کی حالت بھی نہایت خراب ہو جائے گی۔ خاکسار کے نزدیک یہ زمانہ سلطنت مغلیہ کے خاتمہ سے شروع ہو چکا ہے۔

اس آخری زمانہ کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو یہ نصیحت فرمائی۔ کہ

تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ وَإِمَامَهُمْ

یعنی مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کا دامن مضبوطی سے پکڑ۔

حضرت حذیفہ رضؓ تو پہلی صدی میں ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم امت مسلمہ کے ہر ایک فرد کے لئے ہے کہ آخری زمانہ میں اگر ایمان کو بچانا چاہتے ہو تو مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کا دامن پکڑو اس کے علاوہ بچاؤ کا اور کوئی طریق نہیں۔ حضور کے اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر ایک زمانہ میں خاص طور پر آخری زمانہ میں امام اور اس کی جماعت قائم رہے گی۔ اسلئے ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ تعصبات سے الگ ہو کر اسے تلاش کرے اور اسے شناخت کر کے اس کے ساتھ ہو لے۔

چونکہ عام لوگ تعصب۔ غفلت یا جہالت کی وجہ سے امام اور جماعت کے پہچاننے سے محروم رہ سکتے ہیں۔ اسلئے حضرت حذیفہ رضؓ نے عرض کیا کہ اگر جماعت اور امام موجود نہ ہوں۔ تو پھر کیا کیا جائے؟ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ سب فرقوں سے الگ ہو جاؤ اور کسی درخت کی جڑ کو دانتوں سے پکڑ کر بیٹھ جاؤ اور اسی حالت میں مر جاؤ تو یہ امر تمہارے لئے بہتر ہو گا۔

یاد رہے کہ جماعت کے لئے امام اور امام کے لئے جماعت لازم و ملزوم ہیں اگر کسی گروہ کا کوئی امام نہیں تو ایسا گروہ جماعت کہلانے کا مستحق نہیں۔ بلکہ اسے فرقہ کہا جائے گا۔ رسول اللہ کے فرمان کے مطابق ایسے فرقوں کو خواہ وہ کتنے ہی ہوں۔ بالکل اور بالآخر ہی چھوڑ دینا اور ان کے مقابل پر امام اور اس کی جماعت کو خواہ وہ کتنی حقیر حالت میں کیوں نہ ہوں اختیار کرنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر کوئی انسان ہلاکت سے نہیں بچ سکتا۔ اگر بفرض محال کسی کو امام اور جماعت نہ مل سکے تو ایسے انسان کا دنیا سے الگ ہو جانا اور اسی حالت میں مر جانا اس کے لئے نسبتاً زیادہ بہتری کا موجب ہو گا۔ پس اس آخری زمانہ میں ایک مسلمان کے لئے صرف دو ہی رستے ہیں۔

۱۔ یا تو امام اور اسکی جماعت کو تلاش کر کے اس کا دامن پکڑے یا پھر

۲۔ دنیا سے الگ ہو جائے اور اسی حالت میں دنیا سے رخصت ہو جائے۔

جو لوگ اپنے اپنے فرقوں پر فخر کرتے ہیں

اللہ کے لئے ان میں بہت بڑا سبق ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ کے مطابق فرقے کوئی ایسی چیز نہیں جس پر فخر کیا جا سکے۔ کیونکہ فرقے کسی کو روحانی ہلاکت سے نہیں بچا سکتے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے درخت کی جڑ کو دانتوں کے ساتھ پکڑنے کا حکم کیوں دیا ہے؟ اس کی اصل وجہ تو یہ ہے کہ آپ فرقوں سے علیحدگی اختیار کرنے پر زور دینا چاہتے ہیں۔

۲۔ دوسرے اس تمثیل سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر کوئی مسلمان جماعت سے علیحدہ رہ کر زندگی بسر کرتا ہے تو اسکی زندگی بیکار ہے اس کی وجہ درخت اچھا ہے۔ جو اپنی جڑ پر قائم ہے اور اس کے ذریعہ پرورش پا رہا ہے۔ ایک درخت کی جڑ اسی کے قیام اور اس کی پرورش کا ذریعہ ہے۔ اگر درخت جڑ سے کٹ جاتے تو اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت سے محروم ہو جاتا ہے اور آخر وہ شاخیں جو سر سبز دکھائی دیتی ہیں۔ خشک ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ اور آخر بالکل خشک ہو کر آگ کا ایندھن بن جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یا گروہ امام اور جماعت سے الگ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنا ربوبیت کا ہاتھ کھینچ لیتا ہے اور وہ ید اللہ علی الجماعۃ کے اثرات سے محروم ہو کر آخر کار من شذ شذ فی النار کا مصداق ہو جاتا ہے۔

پس ہر ایک شخص کو تعصب سے خالی ہو کر اس حدیث پر غور کرنا چاہئے۔ اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ جماعت میں شامل ہے یا کسی فرقہ میں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک جماعت اور فرقہ کے مفہوم متباین ہیں۔ اسی لئے آپ نے ان دونوں کو ایک دوسرے کے مقابل پر رکھا ہے تا کہ دونوں کا فرق سمجھ میں آجائے اور تا کہ جس کے دل میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے ارشاد کی عزت ہو۔ وہ صحیح رستہ اختیار کر سکے۔

ہاں ہاں وہ صحیح اور سیدھا رستہ کون سا ہے؟ اس کا نہایت ہی سیدھا سادہ اور آسان جواب ایک ہی ہے یعنی امام اور اس کی جماعت کی معیت اختیار کرنا۔ اگر کوئی شخص تعصب سے الگ ہو کر ذرا بھی اس حدیث پر غور کرے تو اسے ہدایت کا رستہ نہایت آسانی سے مل سکتا ہے۔

ہماری جماعت کے لئے کتنا خوشی اور طمانیت کا مقام ہے کہ اس نے خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ امام کا دامن مضبوطی سے تھام رکھا ہے اور اس طرح جماعت کے مبارک نام کی صحیح مصداق ہے۔ حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اور رہنمی کا یہ کمال ہے کہ آپ نے اس معاملہ میں جماعت کی صحیح راہنمائی فرمائی اور خلافت کو مضبوط بنانے کی تلقین فرمائی۔ اور اس غرض کے حصول کے لئے ایسے قوانین مقرر فرمائے جن کی راہنمائی میں خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے غلط رستہ کو اختیار کرنے ... امکان ختم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار برکتیں اور رحمتیں آپ پر نازل ہوں۔ آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق خلافت کا دامن انشاء اللہ قیامت تک وسیع رہے گا۔ اس طرح جماعت روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جائے گی۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ہر قسم کے روحانی اور جسمانی انعامات اور برکات سے فیضیاب ہوتی رہے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

اشتہار تبصرہ کی پیشگوئی پر ایک نظر

(بقیہ صفحہ اول)

اور اس کا قائم مقام اور اس کا شبیہ ہوگا پس خدا نے نہ چاہا کہ دشمن خوش ہو اس لئے اس نے بمجرد وفات مبارک احمد کے ایک دوسرے لڑکے کی بشارت دے دی تا یہ سمجھا جائے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہے اور ایک الہام میں مجھے مخاطب کر کے فرمایا

انی ادیحک ولا اجیحک واخرج منک اقواماً۔ یعنی میں تجھے راحت دوں گا۔ اور میں تیری قطع نسل نہیں کروں گا اور ایک بھاری قوم تیری نسل سے پیدا کروں گا اور یہ خدا کا کلام ہے جو اپنے وقت پر پورا ہوگا اگر اس زمانہ کے بعض لوگ لمبی عمر پائیں گے تو وہ دیکھیں گے کہ آج جو خدا کی طرف سے یہ پیشگوئی کی گئی ہے وہ کس شان اور قوت اور طاقت سے ظہور میں آئے گی خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔

(اشتہار تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء)

(۴)

جس عظیم الشان خوشخبری کی اشاعت کے لئے اشتہار تبصرہ کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوتی ہے وہ سلسلہ احمدیہ کی ترقی و غلبہ کی پیشگوئی ہے۔ معاند دشمنوں کی ناکامی و نامرادی کی پیشگوئی ہے اور وہ شبیہ مبارک احمد کی ولادت کی پیشگوئی ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کے افراد کو تاکید فرمائی کہ وہ اس اشتہار کو خاص طور پر محفوظ رکھیں اور اپنے اہل وعیال کو اس سے باخبر کرتے رہیں۔ مندرجہ بالا اقتباس کے آخری الفاظ خاص توجہ کے قابل ہیں۔ جن میں حضور نے فرمایا ہے کہ اس زمانہ کے جو لوگ لمبی عمریں پائیں گے وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ خدا کا یہ وعدہ کس شان اور کس قوت اور کس طاقت سے پورا ہوتا ہے اور اس سے ظاہر ہے کہ شبیہ مبارک احمد ایدہ اللہ بنصرہ کے زمانہ میں اسلام ... عظیم ترقی مقدر ہے۔ اسلام کے لئے غلبہ کا زمانہ آنے والا ہے اور سلسلہ احمدیہ کے زمین پر پھیلنے کی مقدر ساعت ظہور پذیر ہونے والی ہے اور خدا کی عظیم قدرتوں کے وقوع پذیر ہونے کا مقرر وقت ہے۔

جو شخص بھی تدبر اور بصیرت سے کام لے گا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات پر غور کرے گا اسے اس بارے میں کسی قسم کا خلجان نہیں رہ سکتا کہ شبیہ مبارک احمد کا مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتوں میں سے ایک پوتا ہے کیونکہ صاحبزادہ مبارک احمد مرحوم کی ولادت کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام "وکفی ھذا" کے ذریعہ بتلایا گیا تھا کہ اب آپ کے گھر میں اور کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوگا اور آپ کو بار بار نافلہ یعنی پوتے کی بشارت دی گئی ہے اور آپ نے خود اپنے الہام انا نبشرک بغلام نافلۃ لک نافلۃ من عندی کو اپنے پوتے پر چسپاں کیا ہے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۸)

اور اب تو واقعات نے بتا دیا ہے کہ شبیہ مبارک احمد سے مراد حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز ہی ہیں۔ الہام الٰہی نے جو علامات اس موعود فرزند کی بتائی ہیں۔ وہ سب آپ کے وجود باجود میں متحقق ہو رہی ہیں۔ ظاہری شکل کے لحاظ سے بھی آپ کو مرحوم صاحبزادہ مبارک احمد سے بہت مشابہت حاصل ہے اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے بھی آپ ان کے مظہر ہیں۔ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا آپ کو شبیہ مبارک احمد سمجھتی تھیں اور آپ کو اپنا زندہ جو تعابیت اگر ... دیتی تھیں۔ سیٹھ محمد اعظم صاحب آف حیدرآباد نے مجھے لکھ کر دیا ہے کہ حضرت خان ذوالفقار علی خاں صاحب نے ان سے ذکر کیا کہ ایک دفعہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ "میاں ناصر میرے چھوٹے بیٹے ہیں"۔ اس بارے میں اور بھی روایات ہیں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔ خاکسار نے سنہ ۱۹۲۶ء میں تفہیمات ربانیہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے شبیہ مبارک احمد ہونے کا ذکر کیا ہے۔ جسے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے پڑھ کر اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

شبیہ مبارک احمد کو حلیم قرار دیا گیا ہے اس سلسلہ میں ہم ذیل میں محترم جناب صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب قادیان کے خط مورخہ ۱۴ر نومبر ۱۹۶۵ء کا اقتباس درج کرتے ہیں محترم صاحبزادہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

"ڈاکٹر محمد حسین صاحب وٹرنری ڈاکٹر ہیں اور ان دنوں میسور میں اسسٹنٹ ڈائرکٹر انیمل ہسبنڈری ہیں کئی سال تک جماعت احمدیہ بنگلور کے پریذیڈنٹ رہ چکے ہیں انہوں نے اپنے خط محررہ ۱۱ ۶۵ میں تحریر کیا ہے کہ "میرے آقا زادہ! کوئی چونتیس پینتیس سال کی بات ہے کہ وٹرنری کالج کے تین طالب علموں کو جن میں سے ایک خاکسار بھی تھا حضور اقدس سے شرف ملاقات کا ایک موقعہ حاصل ہوا۔ اثنائے گفتگو یکا یک قطع کلام کرتے ہوئے حضور اقدس نے فرمایا "اسلام کی نشأۃ اولیٰ کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں شرم و حیا بے انتہا تھی۔ یہی حال میاں ناصر احمد کا ہے اور یہ بھی مجسم شرم و حیا ہے"۔ یہ فرمانے کے بعد آپ نے اپنی سابقہ گفتگو سے تسلسل قائم کر لیا"۔

مکرم ڈاکٹر صاحب کے خط میں حضور اقدس سے مراد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ہیں حضور کا بیان الٰہی فراست سے تھا جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو جماعت احمدیہ کا تیسرا خلیفہ بنا کر پورا کر دیا۔ (الفرقان ربوہ دسمبر ۱۹۶۵ء)

ہمیں ذاتی طور پر بھی تجربہ ہے کہ نظریاتی اختلاف کے اوقات میں بھی آپ کی طبیعت میں حلم بردباری کا بہت غلبہ ہے اور آپ فی الواقع الہام انا نبشرک بغلام حلیم کے مصداق ہیں۔

آپ کا جماعت احمدیہ کی خلافت کے لئے منتخب ہونا خود ان پیشگوئیوں کی صداقت کا اظہار ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہار ۵ر نومبر ۱۹۰۷ء میں تحریر فرمائی ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسلام و احمدیت کے مزید غلبہ کے ایام ہیں اسلام کے

موجودہ مالی سال کی آخری سہ ماہی اور عہدیداران جماعت کا فرض

موجودہ مالی سال کے نو ماہ گذر چکے ہیں اور اس سال کی آخری سہ ماہی شروع ہو چکی ہے جملہ جماعتوں کے نسبتی بجٹ. بقایا اور وصولی کے متعلق نظارت ہذا کی طرف سے سیکرٹریان مال کی خدمت میں اعداد و شمار بھجواتے ہوئے تحریک کی جا چکی ہے کہ وہ وصولی چندہ کی کمی کی طرف فوری توجہ کر کے اُسے پورا کرنے کی کوشش کریں۔ اور جن احباب جماعت کے ذمہ بقایا ہیں اُن سے وصول کر کے مرکز میں ارسال کریں۔ اب چندہ جات کی وصولی کے لئے غیر معمولی کوشش اور جدوجہد درکار ہے۔ کیونکہ ابھی تک بہت سی جماعتوں کا بجٹ لازمی چندہ جات پورا نہیں ہوا۔ جماعتوں میں اعلیٰ اخلاص اور قربانی کی رُوح پیدا کرنے میں مقامی عہدیداران کا بھی دخل ہے اگر عہدیداران کرام خود اپنا نمونہ پیش کریں اور مؤثر رنگ میں دوستوں کو بار بار تحریک کرتے رہیں تو خدا تعالےٰ کے فضل سے چندہ جات کی پوزیشن کافی بہتر ہو سکتی ہے پس جن عہدیداران نے سال کے دوران میں پوری کوشش نہیں فرمائی۔ اُن کو اب اس کی تلافی کرنی چاہیئے۔ تاکہ کما حقہٗ ادائیگی فریضہ کر کے عنداللہ ماجور ہوں اور اُسکے فضلوں کے وارث بنیں۔

بجٹ کو پورا کرنے کے متعلق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مندرجہ ذیل ارشادات احباب جماعت و عہدیداران کرام کی آگاہی و یاددہانی کیلئے تحریر کئے جاتے ہیں حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا تھا:۔

"میں ایسے چندے کا قائل نہیں کہ وعدہ تو لکھوا دیا اور پھر خواہ کتابت ہو رہی ہے یاددہانی کرائی جا رہی ہے اخباروں میں اعلانات ہو رہے ہیں اور وعدہ کرنے والا پھر بھی خاموش بیٹھا ہے۔"

نیز فرمایا:۔ "میں اُن دوستوں کو جن کے ذمہ بقائے ہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے بقائے جلد ادا کریں۔ ۔ ۔ ۔ وہ مجھے یہ بات یاد نہ دلائیں کہ اس وقت مشکلات بہت زیادہ ہیں یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے۔"

پھر فرمایا:۔ جیسا کہ میں نے دوستوں سے کہا تھا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ جماعت اپنے زبانی وعدوں کے الفاظ کو عمل جامہ پہنانے کی کوشش کرے اور جماعت کے تمام دوست تن من دھن سے اسلام کی تقویت کے لئے زور لگانا شروع کر دیں۔"

حضور کے مندرجہ بالا ارشادات سے واضح ہے کہ حضور افراد جماعت کو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی تاکید فرماتے ہوئے یہ توقع رکھتے تھے کہ احباب جماعت باوجود اپنی ذاتی اور خانگی ضروریات اور مشکلات کے اپنے ذمہ لازمی چندہ جات کی سو فیصدی ادائیگی کریں۔ اگر ہماری جماعت کے تمام دوست اس نکتہ کو صحیح طور پر سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوں تو یہ امر یقینی ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسے احباب کی ذاتی اور خاندانی مشکلات کو بھی اپنے فضل سے خود دور فرما سکتا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ دوست مالی قربانی کے میدان میں اپنا قدم اور آگے بڑھائیں۔

بالآخر عہدیداران کرام اور مبلغین حضرات کی خدمتیں بھی یہ درخواست ہے کہ وہ جماعت کے افراد پر اُن کی ذمہ داری واضح کرتے ہوئے سو فیصدی چندوں کی وصولی میں پورا پورا تعاون فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ تمام احباب جماعت کے ساتھ ہو اور ہم سب کو خدمت دین کی نعمت عظمےٰ سے نوازے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

تحریک جدید کے وعدوں کی آخری تاریخ ۱۴ فروری

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ نے تحریک جدید کے موجودہ مالی سال یعنی دورِ اوّل سال ۳۲ اور دورِ ثانی سال ۲۲ کے لئے مرکز میں وعدہ جات بھجوانے کی آخری تاریخ ۱۴ فروری ۱۹۶۶ء مقرر فرما دی ہے۔

جماعتہائے احمدیہ ہندوستان کے صدر صاحبان سیکرٹریان تحریک جدید کی خدمت میں حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کے مندرجہ بالا ارشاد کو بذریعہ سائیکلوسٹائل بھجوایا جا چکا ہے۔ بعض جماعتیں ایسی ہیں جن کی طرف سے ابھی تک وعدوں کی فہرستیں مرتب ہو کر نہیں آئیں۔ اخبار بدر اور خطوط کے ذریعہ سے کئی بار یاددہانی بھجوائی گئی۔ لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے توجہ نہیں کی۔ ایسی تمام جماعتوں کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ موقعہ پیدا کر دیا ہے۔ کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ۱۴ فروری ۶۶ء وعدہ بھجوانے کی آخری تاریخ مقرر فرما دی۔

سو ایسی تمام جماعتیں حضور کے اس ارشاد کی تعمیل میں اپنے وعدوں کی فہرستیں جلد ارسال کر کے ممنون فرما دیں۔ اور تحریک جدید کے متعلق یہاں پہنچنے والے خلافت ثالثہ کے اس پہلے ارشاد کی تعمیل کر کے سعادت حاصل کریں۔ اور وعدوں کی فہرستیں مکمل کر کے ۱۴ فروری تک بہرحال سپرد ڈاک کر دیں۔ جن جماعتوں کی طرف سے وعدوں کی فہرستیں موصول ہو چکی ہیں۔ اُن سے بھی درخواست ہے کہ وہ ایک بار پھر اپنی فہرستوں کا جائزہ لے لیں۔ تاکہ کوئی فرد ایسا نہ رہے جس نے وعدہ نہ کیا ہو بلکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ کے ارشاد کے مطابق کوئی بچہ بھی ایسا نہ رہے جس کی طرف سے حسب توفیق وعدہ نہ کیا گیا ہو۔

اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے تمام احباب کا حافظ و ناصر ہو۔

وکیل المال تحریک جدید قادیان

زکوٰۃ

زکوٰۃ کا ادا کرنا ایک ایسا فرض قرار دیا گیا ہے جس طرح نماز کا ادا کرنا فرض ہے۔

زکوٰۃ کو ادا کرنا اپنے اموال کا پاک کرنا ہے۔

زکوٰۃ کا نہ ادا کرنا ایسا ہی قابل مواخذہ ہے جس طرح ایک تارک الصلوٰۃ قابل مواخذہ ہے۔

ناظر بیت المال قادیان

خبریں

تریوینڈرم ۔ ۳۱ر جنوری ۔ کیرل میں چاول کے راشن میں کٹوتی کے خلاف آج ہزاروں کی تعداد میں طلبار نے سرکاری دفاتر کے باہر پکٹنگ کی جلوس نکالے اور مظاہرے کئے ۔ طلبار نے بعض روڈوں کی ناکہ بندی کر دی اور سرکاری بسوں اور پولیس گاڑیوں پر خشت باری شروع کر دی ۔ ایک عمارت کو انہوں نے آگ لگا دی ۔ اور جب آگ بجھانے والے انجن آئے تو انہوں نے ان پر بھی پتھراؤ کیا ۔ یونیورسٹی کالج ہوسٹل کے قریب سڑک پر تمام بتی کھمبے خشت باری سے توڑ ڈالے گئے ۔ کالج سے بعض فرلانگ اور مارکیٹ ہوسٹل کے قریب ایک سرکاری بس کو نذر آتش کر دیا گیا ۔ سرکاری سیکرٹریٹ سے بعض میل دور یونیورسٹی کالج ہوسٹل کے سامنے خشت باری کرنے والے طلباء کے بھاری ہجوم کو منتشر کرنے کے لئے آنسو گیس کے ایک درجن بم چھوڑے گئے ۔ شہر کے ایک اور علاقہ میں تھوڑ جنکشن کے قریب ایک بس پر خشت باری کی گئی ۔ شہر میں کئی مقامات پر سرکاری بسوں پر خشت باری کی گئی ۔ اور اس کے بعد بس سروس معطل کر دی گئی ۔

پٹنہ ۳۱ر جنوری ۔ وزیر دفاع شری چوان نے آج شام کو بیان پر تاشقند معاہدہ کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ سمجھوتہ پر امن ماحول بنانے کے سلسلہ میں ایک اہم قدم ہے ۔ اس معاہدہ کو عملی جامہ پہنانے کی اگرچہ پوری پوری کوشش کی جائے گی ۔ تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہماری دفاعی تیاریوں میں کسی طرح کی غفلت کی جائے گی ۔ اس کو برقرار رکھنے کے لئے طاقتور رہنا ضروری ہے

سیگاؤں ۳۱ر جنوری ۔ ایسوسی ایٹڈ پریس آف امریکہ نے خبر دی ہے کہ امریکی ہوائی جہازوں نے آج شمالی ویت نام کے فوجی ٹھکانوں پر بمباری شروع کر دی سیگاؤں میں مقیم امریکی سفیر نے بتایا کہ یہ بمباری مقررہ ٹھکانوں پر کی گئی ہے لیکن انہوں نے اس کی تفاصیل سے انکار کر دیا ۔

امرتسر ۳۱ر جنوری ۔ امرتسر ضلع کا سرحدی قصبہ کھیم کرن جو ۶ ماہ تک پاکستان کی قید میں رہنے کے بعد ۲۶ر فروری کی صبح کو آزاد ہو رہا ہے کو پھر سے بسانے کے لئے گورنمنٹ آباد کاری نے ایک نیا پلان بنایا ہے ۔ [illegible] قصبہ میں پاکستانی ٹینکوں کی بمباری اور اس کے بعد پاکستانی فوجوں کی لوٹ کھسوٹ سے بھاری تباہی ہوئی ہے کہ کھیم کرن میں تمام مکان پھر سے نئے بنانے کی ضرورت ہوگی ۔

ہنگ کانگ ۳۱ر جنوری ۔ کمیونسٹ چین کی طرف سے تبت میں تبتی عوام کے پرانے تمدن اور کلچر کو سرے سے ہی ختم کرنے کے آخری اقدامات بھی شروع کر دیئے ہیں ۔ چینیوں نے تبت کے تمام دھارمک سٹوپوں اور مندروں کی نئے سرے سے تعمیر شروع کر دی گئی ہے ۔ لہاسہ ریڈیو کی اطلاعات کے مطابق لہاسہ کے مندروں کی تعمیر بھی شروع کی جائے گی ۔ جب کہ چین کے رسالوں میں ایسی تقریر کی عام طور پر اشاعت ہوتی رہتی ہے ۔ نیو چائنا کی طرز کی بلڈنگیں جیورری سے کھور تک تیار کی جا رہی ہیں ۔ تاکہ تبتی عوام کی پرانی تہذیب کو مکمل طور پر ختم کیا جا سکے ۔

تائپیہ ۳۱ر جنوری ۔ فارموسا کی وزارت دفاع کی طرف سے حال ہی میں اعلان کیا گیا ہے ۔ کمیونسٹ چین نے کیموائے سے دو چند میل کے جزیروں پر دوبارہ گولہ باری کا سلسلہ شروع کر دیا ہے ۔ جون ۱۹۶۰ء کے بعد سے اب تک یہ پہلا موقعہ ہے کہ چین کی طرف سے دن کے وقت گولہ باری کی گئی تازہ ترین سلسلہ کی ابتدا گذشتہ ۲۹ر دسمبر ۱۹۶۵ء سے ہوئی تھی ۔ مقامی وقت کے مطابق بج کر ۴۴ منٹ پر پہلا گولہ گرا تھا ۔ اب دوبارہ گولہ باری شروع کر دی گئی ہے ۔

بیروت ۳۱ر جنوری ۔ وزیر اعظم عراق مسٹر بزاز نے گذشتہ دنوں لبنان [illegible] پریس کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ ان کے ملک نے ایران کے ساتھ اپنے تنازعہ کو طے کر لیا ہے ۔ معاہدہ کے تحت ایرانی فوجیں عراق کی سرحد سے ہٹ جائیں گی ۔ دونوں ملکوں کے نمائندوں پر مشتمل ایک کمیشن کی تشکیل کی جائے گی ۔ جو متنازعہ سرحد سے فوجوں کی واپسی کے انتظامات کرے گی ۔ دونوں حکومتوں کے درمیان اس پر بھی اتفاق ہو گیا ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف پراپیگنڈہ کی مہم ختم کر دے ۔

نئی دہلی ۳۱ر جنوری ۔ راشٹرپتی ڈاکٹر رادھا کرشنن نے کہا ہے ۔ کہ قوم اپنی توجہ کے شجاعت اور بلیدان کے کارناموں کو فراموش نہیں کرے گی ۔ یوم جمہوریہ کے سلسلہ میں ایک پیغام میں کہا ہے کہ اس سال میں دوس پر اپنی فوج کے تمام افسروں اور جوانوں کو اپنی سلامتی بھیجتے ہوئے مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے ۔ کیونکہ یہ ہمارے لئے خاص اہمیت کا دن ہے ۔ اس روز ہم دوسری باتوں کے علاوہ اُن بہادر افسروں اور جوانوں کو بھی یاد کریں گے جنہوں نے ہماری سلامتی کے لئے حالیہ لڑائی میں بڑی جوانمردی سے اپنی جانیں قربان کیں یا شدید زخم برداشت کئے بہتر اور زیادہ جدید ہتھیاروں سے مسلح دشمن کو بلا اشتعال جارحیت کا مقابلہ کرنے کے معاملہ میں ہماری ساری فوج نے جس پُرجوش قیادت اور جرأت مندانہ جذبہ کا اظہار کیا ہے اس نے بھارتی فوج کی شان اور تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ۔

اخبار و آراء

بقیہ از صفحہ نمبر ۶

لیکن یہ سب کچھ ایسے تو معلوم تھا جیسے ہم دیکھ نہیں سکتے سمجھ نہیں سکتے ....

اور جو درحقیقت ہماری قسمت کا مالک ہے ——— بعض اوقات عقل دنگ رہ جاتی ہے ۔ کئی واقعات کو دیکھ کر دماغ خود ہی سوال کرتا ہے کہ یہ کیوں ہوا ؟ کیسے ہوا ؟ کس نے کیا ؟ کیوں کیا ؟ لیکن ان سوالات کا کوئی جواب نہیں ملتا ۔ اس حادثہ میں ڈاکٹر بھابا مارے گئے وہ ایک دن پہلے روانہ ہونے والے تھے اگر ہو جاتے تو بچ جاتے لیکن بچتے کیسے جب ودھاتا کے ودھان کے مطابق انہوں نے اس ہوائی حادثہ میں مرنا تھا ...... اسی طرح اس منحوس ہوائی جہاز میں اور بھی جو مسافر سوار ہوئے تھے ان میں سے کسی کو بھی معلوم نہ تھا کہ اس کی قسمت میں کیا لکھا ہے ۔ درحقیقت ہم میں سے کسی کو بھی معلوم نہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ ہم اس دنیا میں چل رہے ہیں ورنہ زندگی دوبھر ہو جائے ۔ انسان کے لئے ایک قدم اٹھانا بھی مشکل ہو جائے ——— یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے ہم اس بات سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ کوئی ایسی طاقت ضرور ہے جو کہیں چھپی بیٹھی ہے جسے ہم دیکھ نہیں سکتے لیکن جو ہماری قسمت کا چکر چلاتی رہتی ہے ۔ اسے آپ ایشور کہیں پرمیشور کہیں ۔ واہگورو کہیں ۔ یا کچھ اور نام دینے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا ۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ واقعی کوئی ایسی شکتی ہے جو اس دنیا کو چلا رہی ہے ۔ یہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے اچھا یا بُرا سب اس کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے ۔ انسان اپنے آپ کو خواہ کچھ سمجھے لیکن وہ اس کے آگے ہیچ ہے ۔ وہ چاند تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہے ۔ لیکن وہ اسی صورت میں پہنچے گا جب اس شکتی کی اجازت ہوگی ۔ ورنہ وہ بھی اسی طرح حادثے کا شکار ہوگا جس طرح کہ اس منحوس جہاز کے ۱۱۸ مسافر ہوئے ہیں ۔ اگر ہم ایک بار اس حقیقت کو سمجھ لیں کہ ودھاتا کا ایک ودھان ہے اور اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے مطابق ۔ تو جو بھی حادثہ ہو اس میں انسان پریشان تو پھر بھی ہوگا ۔ وہ اپنی فطرتی کمزوریوں سے بچ نہیں سکتا ۔ لیکن اس کی زندگی کا رُخ بدل سکتا ہے ۔ جو نراشا اب اسے ہوتی ہے شاید پھر نہ ہو (پرتاپ جالندھر ۲۸/۱/۶۶)